وما هو بقول شاعر

کچھ شعر و شاعری سے اپنا نہیں تعلق

اِس ڈھب سے کوئی سمجھے بس مُدعا یہی ہے!

مُکمّل

دُرِّثمین اُردو!

بمع

دُرِّعدن!

بار ہفتم ۱۰ / جون سنہ ۱۹۳۲ء

خاکسار:- محمد فخرالدین مُلتانی مہتمم کتاب گھر قادیان نے

باہتمام چوہدری اللہ بخش پرنٹر

اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں چھپی

قیمت ۱۰/ تعداد ۴۰۰۰

فہرست اشعار در ثمین اردو

حمد باری تعالےٰ	۱
قرآن کریم کی شان و توحید باری تعالےٰ	۳
نور فرقانی	۴
اسلام اور دیگر مذاہب۔	۵
معرفت الٰہی کے آثار	۷
محاسن اسلام اور آریوں کی باطنی حالت کا فوٹو	۸
عیسائیوں کو دعوت	۱۸
خدائی اور قدرت نمائی	۲۰
صدائے فونوگراف اور دین الٰہی کے اوصاف	،،
نصرت الٰہی۔	۲۱
محبت الٰہی کا طریق اور انجام	۲۲
الٰہی قرب کی راہ	،،
وفات مسیح اور عقائد حضرت مسیح موعودؑ	۲۳
درد بھری نصیحت	۲۵
محبت الٰہی کے عمدہ صفات اور غیر اللہ سے نفرت	۲۶
طلب دنیا میں خدا فراموشی۔	،،
حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت پر سورۃ فاتحہ کی شہادت۔	۲۷
جہاد کی ممانعت اور مسلمانوں کی موجودہ حالت	۲۸
مقام احمد	۳۱
چولا صاحب اور بابا نانک رحمۃ اللہ علیہ کا اسلام	۳۲
تصویر چولا بابا نانک رحمۃ اللہ علیہ	۴۴
صداقت اسلام پر بابا نانک رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت	۴۹
محمود کی آمین	،،
خدا تعالےٰ کا شکر اور دعا بزبان حضرت ام المومنین۔	۵۵
اولاد کے حق میں دعائیں [illegible] گریاں	۵۷
باطنی پاکیزگی	۶۸
ویدوں کا انجام و تسلیم دعوت	۶۹
آریوں کی افسوسناک حالت کا نقشہ	۷۰
تبلیغ کا حق دار دردمندانہ صدا	۷۱
تکبر کی مذمت و وفات صاحبزادہ مرزا مبارک احمدؓ	۷۲
قرآن کریم کے زندہ کلام ہونے اور اپنے دعاوی صداقت پر	۷۳
زلزلہ عظیمہ کی پیشگوئی	۸۴
ایک زبردست نشان کی پیشگوئی	۸۸
زلزلوں کی پیشگوئی اور اسلام کی ترقی کے لئے درد بھری دعائیں	۹۱
احسانات الٰہی اور مخالفین کے ناروا سلوک و اپنے دعاوی کی صداقت	
عالمگیر جنگ کی پیشگوئی	۹۱
متفرق اشعار	۱۲۰
پیشگوئی کا انجام	۱۲۱
الہامی کلام و مکفرین کا انجام	۱۲۲
بدظنی پر	۱۲۳
درد مندانہ ندا	۱۲۴
نظم بر پیشگوئی موجودہ جنگ عظیمہ جو حال ہی میں مسودات میں سے دستیاب ہوئی	۱۲۵
متفرق اشعار و پنجابی اشعار	۱۲۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

دُرِّ ثمین اُردو!

حمد باری تعالےٰ

کس قدر ظاہر ہے نور اُس مبدأ الانوار کا
بن رہا ہے سارا عالم آئینہ ابصار کا

چاند کو کل دیکھ کر میں سخت بیکل ہوگیا
کیونکہ کچھ کچھ تھا نشاں اُسمیں جمالِ یار کا

اُس بہارِ حسن کا دلمیں ہمارے جوش ہے
مت کرو کچھ ذکر ہم سے تُرک یا تاتار کا

ہے عجب جلوہ تری قدرت کا پیارے ہر طرف
جس طرف دیکھیں وہی رہ ہے ترے دیدار کا

چشمۂ خورشید میں موجیں تری مشہود ہیں

ہر ستارے میں تماشا ہے تری چمکار کا

تُو نے خود روحوں پہ اپنے ہاتھ سے چھڑکا نمک

اس سے ہے شورِ محبت عاشقانِ زار کا

کیا عجب تُو نے ہر اک ذرّہ میں رکھّے ہیں خواص

کون پڑھ سکتا ہے سارا دفتر اُن اسرار کا

تیری قدرت کا کوئی بھی انتہا پاتا نہیں

کس سے کُھل سکتا ہے پیچ اس عقدۂ دشوار کا

خوبروؤں میں ملاحت ہی ترے اس حُسن کی

ہر گل و گلشن میں ہے رنگ اس تری گلزار کا

چشمِ مستِ ہر حسیں ہر دم دکھاتی ہے تجھے

ہاتھ ہے تیری طرف ہر گیسوئے خمدار کا

آنکھ کے اندھوں کو حائل ہو گئی سو سو حجاب

ورنہ تھا قبلہ ترا رُخ کافر و دیندار کا

ہیں تری پیاری نگاہیں دلبرا اِک تیغِ تیز

جس سے کٹ جاتا ہے سب جھگڑا غمِ اغیار کا

تیرے ملنے کیلئے ہم مل گئے ہیں خاک میں
تا مگر درماں ہو کچھ اس ہجر کے آزار کا

ایک دم بھی کل نہیں پڑتی مجھے تیرے سوا
جاں گھٹی جاتی ہے جیسے دل گھٹے بیمار کا

شور کیسا ہے ترے کوچہ میں لے جلدی خبر
خوں نہ ہو جائے کسی دیوانہ مجنوں وار کا

قرآن کریم کی شان و توحید باریتعالیٰ

جمال و حسن قرآں نور جانِ ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

نظیر اس کی نہیں جمتی نظر میں فکر کر دیکھا
بھلا کیونکر نہ ہو یکتا کلامِ پاک رحماں ہے

بہارِ جاوداں پیدا ہی اس کی ہر عبارت میں
نہ وہ خوبی چمن میں ہے نہ اس سا کوئی بستاں ہے

کلامِ پاکِ یزداں کا کوئی ثانی نہیں ہرگز
اگر لولوئے عماں ہے وگر لعلِ بدخشاں ہے

خدا کے قول سے قولِ بشر کیونکر برابر ہو
وہاں قدرت یہاں درماندگی فرق نمایاں ہے

ملائک جس کی حضرت میں کریں اقرار لاعلمی
سخن میں اس کے ہمتائی کہاں مقدورِ انساں ہے

بنا سکتا نہیں اک پاؤں کیڑے کا بشر ہرگز
تو پھر کیونکر بنانا نورِ حق کا اس پہ آساں ہے

اے لوگو! کرو کچھ پاسِ شانِ کبریائی کا / زباں کو تھام لو اب بھی اگر کچھ بوئے ایماں ہے
خدا سے غیر کو ہمتا بنانا سخت کفراں ہے / خدا سے کچھ ڈرو یارو یہ کیسا کذب و بہتاں ہے
اگر اقرار ہے تم کو خدا کی ذاتِ واحد کا / تو پھر کیوں اسقدر دل میں تمہارے شرک پنہاں ہے
یہ کیسے پڑ گئے دل پر تمہارے جہل کے پردے / خطا کرتے ہو باز آؤ اگر کچھ خوفِ یزداں ہے
ہمیں کچھ کیں نہیں بھائیو نصیحت ہے غریبانہ
کوئی جو پاک دل ہووے دل و جاں اُس پہ قرباں ہے

نورِ فرقاں!

نورِ فرقاں ہے جو سب نوروں سے اَجلیٰ نکلا
پاک وہ جس سے یہ انوار کا دریا نکلا
حق کی توحید کا مرجھا ہی چلا تھا پودا / ناگہاں غیب سے یہ چشمۂ اصفیٰ نکلا
یا الٰہی تیرا فرقاں ہے کہ اک عالم ہے / جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیا نکلا
سب جہاں چھان چکے ساری دکانیں دیکھیں / مئے عرفاں کا یہی ایک ہی شیشہ نکلا
کس سے اس نور کی ممکن ہو جہاں میں تشبیہ / وہ تو ہر بات میں ہر وصف میں یکتا نکلا
پہلے سمجھے تھے کہ موسیٰ کا عصا ہے فرقاں / پھر جو سوچا تو ہر اک لفظ مسیحا نکلا
ہے قصور اپنا ہی اندھوں کا وگرنہ وہ نور / ایسا چمکا ہے کہ صد نیّرِ بیضا نکلا

زندگی ایسوں کی کیا خاک ہے اس دنیا میں — جن کا اس نور کے ہوتے بھی دل اعمیٰ نکلا

جلنے سے آگے ہی یہ لوگ تو جل جاتے ہیں

جن کی ہر بات فقط جھوٹ کا پُتلا نکلا

ازابن المرتضیٰ

اِسلام اور دیگر مذاہب!

ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے

کوئی دیں دینِ محمدؐ سا نہ پایا ہم نے

کوئی مذہب نہیں ایسا کہ نشاں دکھلائے — یہ ثمر باغِ محمدؐ سے ہے کھایا ہمنے

ہم نے اسلام کو خود تجربہ کر کے دیکھا — نور ہے نور اُٹھو دیکھو سُنایا ہمنے

اور دینوں کو جو دیکھا تو کہیں نور نہ تھا — کوئی دکھلائے اگر حق کو چھپایا ہمنے

تھک گئے ہم تو انہی باتوں کو کہتے کہتے — ہر طرف دعوتوں کا تیر چلایا ہمنے

آزمائش کے لئے کوئی نہ آیا ہر چند — ہر مخالف کو مقابل پہ بُلایا ہمنے

یونہی غفلت کے لحافوں میں پڑے سوتے ہیں — وہ نہیں جاگتے سو بار جگایا ہمنے

جل رہے ہیں یہ سبھی بغضوں میں اور کینوں میں — باز آتے نہیں ہر چند ہٹایا ہمنے

آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے — لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہمنے

آج اِن نوروں کا اِک زور ہے اس عاجز میں — دل کو ان نوروں کا ہر رنگ دلایا ہمنے

جب سے یہ نور ملا نورِ پیمبر سے ہمیں
ذات سے حق کی وجود اپنا ملایا ہمنے

مصطفیٰ پر ترا بیحد ہو سلام اور رحمت
اس سے یہ نور لیا بارِ خدایا ہمنے

ربط ہے جانِ محمدؐ سے مری جاں کو مدام
دل کو وہ جام لبالب ہے پلایا ہمنے

اس سے بہتر نظر آیا نہ کوئی عالم میں
لاجرم غیروں سے دل اپنا چھڑایا ہمنے

موردِ قہر ہوئے آنکھ میں اغیار کی ہم
جب سے عشق اُس کا تہِ دل میں جمایا ہمنے

زعم میں اُن کے مسیحائی کا دعویٰ میرا
افترا ہے جسے از خود ہی بنایا ہمنے

کافر و ملحد و دجّال ہمیں کہتے ہیں
نام کیا کیا غمِ ملّت میں رکھایا ہمنے

گالیاں سُن کے دعا دیتا ہوں اُن لوگوں کو
رحم ہے جوش میں اور غیظ گھٹایا ہمنے

تیرے مُنہ کی ہے قسم میرے پیارے احمدؐ
تیری خاطر سے یہ سب بار اٹھایا ہمنے

تیری اُلفت سے ہے معمور مرا ہر ذرّہ
اپنے سینے میں یہ اِک شہر بسایا ہمنے

صفِ دشمن کو کیا ہمنے بحجّت پامال
سیف کا کام قلم سے ہے دکھایا ہمنے

نور دکھلا کے ترا سب کو کیا ملزم و خوار
سب کا دِل آتشِ سوزاں میں جلایا ہمنے

نقشِ ہستی تری اُلفت سے مٹایا ہمنے
اپنا ہر ذرّہ تری رہ میں اُڑایا ہمنے

تیرا میخانہ جو اک مرجعِ عالم دیکھا
خُم کا خُم منہ سے بصد حرص لگایا ہمنے

شانِ حق تیرے شمائل میں نظر آتی ہے
تیرے پانے سے ہی اُس ذات کو پایا ہمنے

چھو کے دامن ترا ہر دام سے ملتی ہے نجات
لاجرم در پہ ترے سر کو جھکایا ہمنے

دلبرا مجھ کو قسم ہے تیری یکتائی کی
آپ کو تیری محبت میں بھلایا ہمنے

بخدا دسے مری مٹ گئی غیرونکی نقش
جب سے دل میں یہ ترا نقش جمایا ہمنے

دیکھ کر تجھ کو عجب نور کا جلوہ دیکھا
نور سے تیرے شیاطین کو جلایا ہمنے

ہم ہوئے خیرِ اُمم تجھ سے ہی اے خیرِ رسل
تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہمنے

آدمی زاد تو کیا چیز فرشتے بھی مُدام
مدح میں تیری وہ گاتے ہیں جو گایا ہمنے

قوم کے ظلم سے تنگ آ کے مِرے پیارے آج
شورِ محشر تیرے کوچہ میں مچایا ہمنے

معرفت الٰہی کے آثار!

اے آریہ سماج! پھنسو مت عذاب میں
کیوں مبتلاء ہو یارو خیالِ خراب میں

اے قومِ آریہ تیرے دل کو یہ کیا ہُوا
تو جاگتی ہی یا تیری باتیں ہیں خواب میں

کیا وہ خدا ہے جو تیری چالکا خدا نہیں
ایماں کی بُو نہیں تیرے ایسے جواب میں

گر عاشقوں کی روح نہیں اسکی ہاتھ سے
پھر غیر کے لئے ہیں وہ کیوں اضطراب میں

گر وہ الگ ہے ایسا کہ چُھو بھی نہیں گیا
پھر کس نے لکھ دیا ہے وہ دل کی کتاب میں

جس سوز میں ہیں اس کیلئے عاشقوں کے دل
اتنا تو ہمنے سوز نہ دیکھا کباب میں

جامِ وصال دیتا ہے اُس کو جو مر چکا
کچھ بھی نہیں ہے فرق یہاں شیخ و شاب میں

ملتا ہے وہ اُسی کو جو ہے خاک میں ملا
ظاہر کی قیل و قال بھلا کس حساب میں

ہوتا ہے وہ اُسی کا جو اُس کا ہی ہو گیا
ہے اسکی گود میں جو گرا اس جناب میں

پھولوں کو جا کے دیکھو اسی سے وہ آب ہے
چمکے اُسی کا نور مہ و آفتاب میں

خوبوں کے حُسن میں بھی اُسی کا وہ نور ہے
کیا چیز حُسن ہے وہی چمکا حجاب میں

اس کی طرف ہی ہاتھ ہر اک تارِ زلف کا
ہجراں سے اسکے رہتی ہے وہ پیچ و تاب میں

ہر چشم مست دیکھو اُسی کو دکھاتی ہے
ہر دل اسی کے عشق سے ہے التہاب میں

جن مورکھوں کو کاموں پہ اسکی یقیں نہیں
پانی کو ڈھونڈتے ہیں عبث وہ سراب میں

قدرت سے اس قدیر کی انکار کرتے ہیں
بکتے ہیں جیسے غرق کوئی ہو شراب میں

دلمیں نہیں کہ دیکھیں وہ اُس پاک ذات کو
ڈرتے ہیں اقوام سے کہ نہ پکڑیں عتاب میں

ہم کو تو اے عزیز! دکھا اپنا وہ جمال
کب تک وہ منہ رہیگا حجاب و نقاب میں!

محاسن اسلام اور آریوں کی باطنی حالت کا فوٹو!

اسلام سے نہ بھاگو راہِ ہدیٰ یہی ہے
اے سونے والو جاگو شمس الضحیٰ یہی ہے

مجھکو قسم خدا کی جس نے ہمیں بنایا
اب آسماں کے نیچے دینِ خدا یہی ہے

وہ دلستاں نہاں ہی کس رہ سی اسکو دیکھیں
ان مشکلوں کا یارو مشکلکشا یہی ہے

باطن سیاہ ہیں جن کی اس دیں سی ہیں وہ منکر
پر ای اندھیری والو! دل کا دیا یہی ہے

دنیا کی سب دکانیں ہیں ہمنے دیکھی بھالی
آخر ہوا یہ ثابت دار الشفا یہی ہے

سب خشک ہو گئی ہیں جتنے تھے باغ پہلے
ہر طرف میں نے دیکھا بستاں ہرا یہی ہے

دنیا میں اسکا ثانی کوئی نہیں ہے شربت
پی لو تم اس کو یارو آبِ بقا یہی ہے

اسلام کی سچائی ثابت ہی جیسے سورج
پر دیکھتے نہیں ہیں دشمن بلا یہی ہے

جب کھل گئی سچائی پھر اس کو مان لینا
نیکوں کی ہے یہ خصلت راہِ حیا یہی ہے

جو ہو سفید لینا جو بد ہو اس سے بچنا
عقل و خرد یہی ہے فہم و ذکا یہی ہے

ملتی ہی بادشاہی اس دیں سے آسمانی
اے طالبانِ دولت ظلِ ہما یہی ہے

سب دیں ہیں اک فسانہ شرکوں کا آشیانہ
اس کا جو ہے یگانہ چہرہ نما یہی ہے

سو سو نشاں دکھا کر لاتا ہے وہ بلا کر
مجھ کو جو اس نے بھیجا بس مدعا یہی ہے

کرتا ہے معجزوں سے وہ یار دیں کو تازہ
اسلام کے چمن کی بادِ صبا یہی ہے

یہ سب نشاں ہیں جن سے دیں ابتلک ہی تازہ
اے گرنیوالو دوڑو دیں کا عصا یہی ہے

کس کام کا وہ دیں ہے جسمیں نشاں نہیں ہے
دیں کی مرے پیارو زریں قبا یہی ہے

افسوس آریوں پر وہ ہو گئے ہیں شپّر
وہ دیکھ کر ہیں منکر ظلم و جفا یہی ہے

معلوم کیوں کہ سب کچھ محروم ہوگئے ہیں
اک ہیں جو پاک بندے اک ہیں جو گندے
اِن آریوں کا پیشہ ہر دم ہے بدزبانی
پاکوں کو پاک فطرت دیتی نہیں ہی گالی
افسوس! اے رب ودتو ہیں سب کا ہُوا ہی پیشہ
آخر یہ آدمی تھے پھر کیوں ہوئے درندے
جس آریہ کو دیکھیں تہذیب سے ہے عاری
لیکھو کی بدزبانی کا ردّ ہوئی تھی اُس پر
اپنے کئے کا ثمرہ لیکھو نے کیسا پایا!!
نبیوں کی ہتک کرنا اور گالیاں بھی دینا
میٹھے بھی ہو کے آخر نشتر ہی ہیں چلاتے
جاں بھی اگرچہ دیویں ان کو بطور احساں
ہندو کچھ ایسے بگڑے دِل پر ہیں بغض و کیں سے
جاں بھی ہی ان پہ قرباں گردنِ سے ہو وے صافی
احوال کیا کہوں میں اس غم سے اپنے دل کا
بیٹھے ہی جنم اپنا دشمن ہُوا یہ فرقہ

کیا ان نیوگیوں کا ذہنِ رسا یہی ہے
جیتیں گے صادق آخر حق کا مزا یہی ہے
ویدوں میں آریوں نے شاید پڑھا یہی ہے
پر ان سیاہ دلوں کا شیوہ سدا یہی ہے
کس کو کہوں کہ انمیں ہرزہ درا یہی ہے
کیا جون ان کی بگڑی یا خود قضا یہی ہے
کس کس کا نام لیویں ہر سو وبا یہی ہے
پھر بھی نہیں سمجھتے حمق و خطا یہی ہے
آخر خدا کے گھر میں بد کی سزا یہی ہے
کُتوں سا کھولنا منہ تخمِ فنا یہی ہے
ان تیرہ باطنوں کے دِل میں دغا یہی ہے
عادت ہی انکی کفراں رنج و عنا یہی ہے
ہر بات میں ہے توہیں طرزِ ادا یہی ہے
پس ایسے بدگُنوں کا مجھ کو گِلا یہی ہے
گویا کہ ان غموں کا مہماں سرا یہی ہے
آخر کی کیا امیدیں جب ابتدا یہی ہے

دل پھٹ گیا ہمارا تحقیر سنتے سنتے
غم تو بہت ہیں دل میں پر جانگزا یہی ہے

دنیا میں گرچہ ہوئی سو قسم کی برائی
پاکونکی ہتک کرنا سب سے برا یہی ہے

غفلت پہ غافلوں کی روتے رہے ہیں مرسل
پر اس زماں میں لوگو! نوحہ بپا یہی ہے

ہم بد نہیں ہیں کہتے ان کے مقدسوں کو
تعلیم میں ہماری حکم خدا یہی ہے

ہم کو نہیں سکھاتا وہ پاک بد زبانی
تقوی کی جڑ یہی ہے صدق و صفا یہی ہے

پر آریوں کی دیں میں گالی ہی ہے عبادت
یہ کہتے ہیں سب کو جھوٹے کیا اتقا یہی ہے

جتنے نبی تھے آئے موسیٰؑ ہو یا کہ عیسےٰؑ
مکار ہیں یہ سارے ان کی ندا یہی ہے

اک وید ہے جو سچا باقی کتابیں ساری
جھوٹی ہیں اور جعلی اک رہنما یہی ہے

ہے یہ خیال ان کا پربت بنایا تنکا
پر کیا کہیں جب انکا فہم و ذکا یہی ہے

کیڑا جو دب رہا ہے گوبر کی تہ کے نیچے
اس کے گماں میں اس کا ارض و سما یہی ہے

ویدوں کا سب خلاصہ ہم نے نیوگ پایا
ان پستکوں کی رو سے کارج بھلا یہی ہے

جس استری (عورت) کو لڑکا پیدا نہ ہو پتی (خاوند) سے
ویدونکی رو سے اس پر واجب ہوا یہی ہے

جب ہے یہی اشارہ پھر اس سے کیا ہی چارہ
جب تک نہ ہوویں گیارہ لڑکے روا یہی ہے

ایشر کے گن عجب ہیں ویدوں میں اے عزیزو!
اس میں نہیں مروت ہم نے سنا یہی ہے

دیکر نجات و مکتی پھر چھینتا ہے سب سے
کیسا ہی وہ دیالو جس کی عطا یہی ہے۔

ایشر بنا ہی منہ سی خالق نہیں کسی کا
روحیں ہیں سب انادی پھر کیوں خدا یہی ہے

رشیں اگر نہ ہوتیں ایشر سے کچھ نہ بنتا
اس کی حکومتوں کی ساری بنا یہی ہے

اُنکا ہی مُنہ ہے تکتا ہر کام میں جو چاہے
گویا وہ بادشاہ ہیں ان کا گدا یہی ہی

اے آریو! اکھو اب ایشر کے ہیں یہی گُن
جس پر ہو نا نہ کرنے بولو وہ کیا یہی ہے

ویدوں کو شرم کر کے تم نے بہت چھپایا
آخر کو راز بستہ اُس کا کھلا یہی ہے

قدرت نہیں ہی جسمیں وہ خاک کا ہے ایشر
کیا دینِ حق کے آگے زور آزما یہی ہے

کچھ کم نہیں بتوں سے یہ ہندوؤں کا ایشر
سچ پوچھئے تو واللہ بُت دوسرا یہی ہے

ہمنے نہیں بنائیں یہ اپنے دلسے باتیں
ویدوں سی اے عزیزو ہم کو ملا یہی ہے

فطرت ہر اک بشر کی کرتی ہی اس سی نفرت
پر آریوں کے دلمیں کیونکر بسا یہی ہے

یہ حکم وید کے ہیں جن کا ہے یہ نمونہ
ویدوں سے آریوں کو حاصل ہوا یہی ہی

خوش خوش عمل ہیں کرتے اوباش سارے اسپر
سارے نیوگیوں کا اک آسرا یہی ہے

پھر کس طرح وہ مانیں تعلیم پاک قرآں
انکے تو دل کا رہبر اور مقتدا یہی ہے

جب ہو گئے ہیں ملزم اُترے ہیں گالیوں پر
ہاتھوں میں جاہلوں کے سنگِ جفا یہی ہی

رُکتے نہیں ہیں ظالم گالی سے ایک دم بھی
ان کا تو شغل و پیشہ صبح و مسا یہی ہے

کہنے کو وید والے پر دل ہیں سبکے کالے
پردہ اُٹھا کے دیکھو انمیں بھرا یہی ہی

فطرت کے ہیں درندے مردار ہیں نہ زندے
ہر دم زباں کے گندے قہرِ خدا یہی ہے

دینِ خدا کے آگے کچھ بن نہ آئی آخر
سب گالیوں پہ اُترے دلمیں اُٹھا یہی ہے

شرم و حیا نہیں ہے آنکھوں میں ان کے ہرگز — وہ بڑھ چکے ہیں حد سے اب انتہا یہی ہے

ہمنے ہے جس کو مانا قادر ہے وہ توانا — اُس نے ہے کچھ دکھانا اس سے رجا یہی ہے

ان سے دو چار ہونا عزت ہے اپنی کھونا — ان سے ملاپ کرنا راہِ ریا یہی ہے

بس لے ہیری پیارو عقبیٰ کو مت بسارو — اِس دین کو پاؤ یارو بدر الدجیٰ یہی ہے

میں ہوں ستم رسیدہ اُنسے جو ہیں رمیدہ — شاہد ہے آبِ دیدہ واقف بڑا یہی ہے

ہیں دلکی کیا سناؤں کسکو یہ غم بتاؤں — دُکھ درد کے ہیں جھگڑے مجھ پر بلا یہی ہے

دین کے غموں نے مارا اب دل ہے پارہ پارہ — دلبر کا ہے سہارا ورنہ فنا یہی ہے

ہم مر چکے ہیں غم سے کیا پوچھتے ہو ہم سے — اس یار کی نظر میں شرطِ وفا یہی ہے

برباد جائینگے ہم گر وہ نہ پائیں گے ہم — رونے سے لائیں گے ہم دل میں رجا یہی ہے

وہ دن گئے کہ راتیں کٹتی تھیں کرکے باتیں — اب موت کی ہیں گھاتیں غم کی کتھا یہی ہے

جلد آ پیالے ساقی اب کچھ نہیں ہے باقی — دے شربتِ تلاقی حرص و ہوا یہی ہے

شکرِ خدائے رحماں جس نے دیا ہے قرآں — غنچے تھے سارے پہلے اب گل کھلا یہی ہے

کیا وصف اسکے کہنا ہر حرف اس کا گہنا — دلبر بہت ہیں دیکھے دل لے گیا یہی ہے

دیکھی ہیں سب کتابیں مجمل ہیں جیسی خوابیں — خالی ہیں انکی قابیں خوانِ ہُدیٰ یہی ہے

اس نے خدا ملایا وہ یار اس سے پایا — راتیں تھیں جتنی گذریں اب دن چڑھا یہی ہے

اس نے نشاں دکھائے طالب سبھی بلائے — سوتے ہوئے جگائے بس حق نما یہی ہے

پہلے صحیفے سارے لوگوں نے سب بگاڑے
دنیا سے وہ سدھارے نوشتہ بنا یہی ہے

کہتے ہیں حسنِ یوسف دلکش بہت تھا لیکن
خوبی و دلبری میں سب سے سوا یہی ہے

یوسف تو سن چکے ہو اک چاہ میں گرا تھا
یہ چاہ سے نکالے جس کی صدا یہی ہے

اسلام کے محاسن کیونکر بیاں کروں میں
سب خشک باغ دیکھے پھولا پھلا یہی ہے

ہر جا زمیں کے کیڑے دیں کے ہوئے ہیں دشمن
اسلام پر خدا سے آج ابتلا یہی ہے

تھم جاتے ہیں کچھ آنسو یہ دیکھ کر کہ ہر سو
اس غم سے صادقوں کا آہ و بکا یہی ہے

سب مشرکوں کے سر پر یہ دیں ہی ایک خنجر
یہ شرک سے چھڑائے ان کو اذیٰ یہی ہے

کیوں ہو گئے ہیں اس کے دشمن یہ سارے گمرہ
وہ رہنما ہی یارو چون و چرا یہی ہے

دیں غار میں چھپا ہے۔ اک شورِ کفر کا ہے
اب تم دعائیں کر لو۔ غارِ حرا یہی ہے

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا
نام اس کا ہے محمدؐ دلبر میرا یہی ہے

سب پاک ہیں پیمبر اک دوسرے سے بہتر
لیک از خدائے برتر خیر الوریٰ یہی ہے

پہلوں سے خوب تر ہے خوبی میں اک قمر ہے
اس پر ہر اک نظر ہے بدر الدجیٰ یہی ہے

پہلے تو رہ میں ہارے پار اس نے ہیں اتارے
میں جاؤں اس کے وارے بس ناخدا یہی ہے

پردے جو تھے ہٹائے اندر کی رہ دکھائے
دل یار سے ملائے وہ آشنا یہی ہے

وہ یارِ لامکانی وہ دلبرِ نہانی
دیکھا ہے ہم نے اس سے بس رہنما یہی ہے

وہ آج شاہِ دیں ہے وہ تاجِ مرسلیں ہے
وہ طیب و امیں ہے اس کی ثنا یہی ہے

حق سے جو حکم آئے اس نے وہ کر دکھائی
آنکھ اُس کی دُوربیں ہے دل یار سے قریب ہے
جو راز دیں تھے بھاری اسنے بتائی سارے
اُس نور پر فدا ہوں اُسکا ہی میں ہوا ہوں
وہ دلبرِ یگانہ علموں کا ہے خزانہ
سب ہم نے اس سے پایا شاہد ہے تو خدایا
ہم تھے دلوں کے اندھے سو سو دلوں پہ پھندے
اے میرے ربِّ رحماں تیری ہی ہیں یہ احساں
اے میرے یارِ جانی کر خود تو مہربانی
دلمیں یہی ہے ہردم تیرا صحیفہ چُوموں
جلد آ مرے سہارے غم کے ہیں بوجھ بھارے
کہتے ہیں جوشِ اُلفت یکساں نہیں ہے رہتا
ہم خاک میں ملے ہیں شاید ملے وہ دلبر
دنیا میں عشق تیرا باقی ہے سب اندھیرا
مُشتِ غبار اپنا تیرے لئے اُڑایا
دلبر کا دِرد آیا حرفِ خودی مٹایا

جو راز تجھے بتلائے نعم العطا یہی ہے
ہاتھوں میں شمع دیں ہے عین الضیا یہی ہے
دولت کا دینے والا فرماں روا یہی ہے
وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے
باقی ہے سب فسانہ سچ بے خطا یہی ہے
وہ جس نے حق دکھایا وہ مہ لقا یہی ہے
پھر کھولے جسنے جندرے وہ مجتبےٰ یہی ہے
مشکل ہو تجھ سے آساں ہردم رجا یہی ہے
ورنہ بلائے دُنیا اِک اژدہا یہی ہے
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے
مُنہ مت چُھپا پیارے میری دوا یہی ہے
دلبر مرے پیارے ہر دم گھٹا یہی ہے
جیتا ہوں اس ہوس سے میری غذا یہی ہے
معشوق ہے تو میرا عشقِ صفا یہی ہے
جب سے سُنا کہ شرطِ مہر و وفا یہی ہے
جب میں مرا جلایا جامِ صفا یہی ہے

اس عشق میں مصائب سو سو ہیں ہر قدم میں
پر کیا کروں کہ اس نے مجھ کو دیا یہی ہے

حرفِ وفا نہ چھوڑوں اس عہد کو نہ توڑوں
اُس دلبرِ ازل نے مجھ کو کہا یہی ہے

جب سے ملا وہ دلبر دشمن ہیں میرے گھر گھر
دل ہو گئے ہیں پتھر قدر و قضا یہی ہے

مجھکو ہیں وہ ڈراتے پھر پھر کے در پہ آتے
تیغ و تبر دکھاتے ہر سُو وبا یہی ہے

دلبر کی رہ میں یہ دل ڈرتا نہیں کسی سے
ہشیار ساری دُنیا اک باؤلا یہی ہے

اس رہ میں اپنے قصے میں تم کو کیا سناؤں
دکھ درد کے ہیں جھگڑے سب ماجرا یہی ہے

دل کر کے پارہ پارہ چاہوں میں اک نظارہ
دیوانہ مت کہو تم۔ عقلِ رسا یہی ہے

اے میرے یارِ جانی کر خود ہی مہربانی
مت کہہ تو لن ترانی تجھ سے رجا یہی ہے

فرقت بھی کیا بنی ہے ہر دم میں جانکنی ہے
عاشق جہاں پہ مرتے وہ کربلا یہی ہے

تیری وفا ہے پوری ہم میں ہی عیب دوری
طاعت بھی ہے ادھوری ہم پر بلا یہی ہے

تجھ میں وفا ہے پیارے سچے ہیں عہد سارے
ہم جا پڑے کنارے جاتے بُکا یہی ہے

ہمنے نہ عہد پالا یاری میں رخنہ ڈالا
پر تو ہے فضل والا ہم پر کھُلا یہی ہے

اے میرے دل کے درماں ہجراں ہے تیرا سوزاں
کہتے ہیں جس کو دوزخ وہ جانگزا یہی ہے

اک دیں کی آفتوں کا غم کھا گیا ہے مجھ کو
سینہ پہ دشمنوں کے پتھر پڑا یہی ہے

کیونکر تبہ وہ ہووے کیونکر تباہ وہ ہووے
ظالم جو حق کا دشمن وہ سوچتا یہی ہے

ایسا زمانہ آیا جس نے غضب ہے ڈھایا
جو پیستی ہے دیں کو وہ آسیا یہی ہے

شادابی و لطافت اس دیں کی کیا کہوں میں — سب خشک ہو گئیں ہیں پھولا پھلا یہی ہے
آنکھیں ہر ایک دیں کی بے نور ہم نے پائیں — سُرمہ سے معرفت کے اک سُرمہ سا یہی ہے
لعلِ یمن بھی دیکھے دُرِّ عدن بھی دیکھے — سب جوہروں کو دیکھا دل میں جچا یہی ہے
انکار کر کے اس سے پچھتاؤ گے بہت تم — بنتا ہے جس سے سونا وہ کیمیا یہی ہے
پر آریوں کی آنکھیں اندھی ہوئی ہیں ایسی — وہ گالیوں پہ اُترے دل میں پڑا یہی ہے
بدتر ہر ایک بد سے وہ ہے جو بدزباں ہے — جس دل میں یہ نجاست بیت الخلا یہی ہے
گو ہیں بہت درندے انساں کی پوستیں میں — پاکوں کا خون جو پیوے وہ بھیڑیا یہی ہے
کس دیں پہ ناز اُنکو جو وید کے ہیں حامی — مذہب جو پھل سے خالی وہ کھوکھلا یہی ہے
اے آریو یہ کیا ہے کیوں دل بگڑ گیا ہے — ان شوخیوں کو چھوڑو راہِ حیا یہی ہے
مجھ کو ہو کیوں ستاتے سو افترا بناتے — بہتر تھا باز آتے دور از بلا یہی ہے
جس کی دُعا سے آخر لیکھو مرا تھا کٹ کر — ماتم پڑا تھا گھر گھر وہ میرزا یہی ہے
اچھا نہیں ستانا پاکوں کا دل دُکھانا — گستاخ ہوتے جانا۔ اسکی جزا یہی ہے
اس دیں کی شان و شوکت یارب مجھے دکھا دے — سب جھوٹے دیں مٹا دے میری دعا یہی ہے

کچھ شعر و شاعری سے اپنا نہیں تعلق!
اس ڈھب سے کوئی سمجھے بس مُدعا یہی ہے

قادیان کے آریہ اور ہم۔ صفحہ ۴۸ سنہ ۱۹۰۷ء

عیسائیوں کو دعوت

آؤ عیسائیو! اِدھر آؤ!!
نورِ حق دیکھو! راہِ حق پاؤ!!

جس قدر خوبیاں ہیں قرآں میں — کہیں انجیل میں تو دکھلاؤ
سر پہ خالق ہے اس کو یاد کرو — یونہی مخلوق کو نہ بھٹکاؤ
کب تلک جھوٹ سے کروگے پیار — کچھ تو سچ کو بھی کام فرماؤ
کچھ تو خوفِ خدا کرو لوگو — کچھ تو لوگو خدا سے شرماؤ
عیشِ دُنیا سدا نہیں پیارو — اس جہاں کو بقا نہیں پیارو
یہ تو رہنے کی جا نہیں پیارو — کوئی اس میں رہا نہیں پیارو
اس خرابہ میں کیوں لگاؤ دل — ہاتھ سے اپنے کیوں جلاؤ دِل
کیوں نہیں تم کو دینِ حق کا خیال — ہائے سو سو اٹھے ہے دل میں اُبال
کیوں نہیں دیکھتے طریقِ صواب — کِس بلا کا پڑا ہے دل پہ حجاب
اس قدر کیوں ہے کین و استکبار — کیوں خدا یاد سے گیا یکبار
تم نے حق کو بھلا دیا ہیہات — دل کو پتھر بنا دیا ہیہات

اے عزیزو سنو! کہ بے قرآں — حق کو ملتا نہیں کبھی انساں
جن کو اس نور کی خبر ہی نہیں — اُن پہ اُس یار کی نظر ہی نہیں
ہے یہ فرقاں میں اِک عجیب اثر — کہ بناتا ہے عاشقِ دلبر
جس کا ہے نام قادرِ اکبر — اُس کی ہستی سے دی ہے پختہ خبر
کوئے دلبر میں کھینچ لاتا ہے — پھر تو کیا کیا نشاں دکھاتا ہے
دل میں ہر وقت نور بھرتا ہے — سینہ کو خوب صاف کرتا ہے
اُسکے اوصاف کیا کروں میں بیاں — وہ تو دیتا ہے جاں کو اک جاں
وہ تو چمکا ہے نیّرِ اکبر — اُس سے انکار ہو سکے کیونکر
وہ ہمیں دلستاں تلک لایا — اُس کے پانے سے یار کو پایا
بحرِ حکمت ہے وہ کلام تمام — عشقِ حق کا پلا رہا ہے جام
بات جب اُس کی یاد آتی ہے — یاد سے ساری خلق جاتی ہے
سینہ میں نقشِ حق جماتی ہے — دل سے غیرِ خدا اُٹھاتی ہے
دردمندوں کی ہے دوا وہی ایک — ہے خدا سے خدا نُما وہی ایک
ہمنے پایا خدا ہُدیٰ وہی ایک — ہمنے دیکھا ہے دلرُبا وہی ایک
اُس کے منکر جو بات کہتے رہیں — یونہی اِک واہیات کہتے ہیں
بات جب ہو کہ میرے پاس آویں — میرے منہ پر وہ بات کہہ جاویں

مجھ سے اس دلستاں کا حال سنیں ٭ مجھ سے وہ صورتِ جمال سنیں

آنکھ پھوٹی تو خیر کان سہی

نہ سہی یوں ہی امتحاں سہی

(براہین احمدیہ حصہ سوم صفحہ ۲۲۶ ۱۸۸۲ء)

خدائی اور قدرت نمائی!

قدرت سے اپنی ذات کا دیتا ہے حق ثبوت ٭ اس بے نشاں کی چہرہ نمائی یہی تو ہے

جس بات کو کہے کہ کروں گا یہ میں ضرور

ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

(اعلان ۲۰ اپریل ۱۸۸۶ء)

صدائے فونوگراف اور دین الٰہی کے اوصاف

آواز آرہی ہے یہ فونوگراف سے ٭ ڈھونڈو خدا کو دل سے نہ لاف و گزاف سے

جب تک عمل نہیں ہے دل پاک و صاف سے ٭ کمتر نہیں یہ مشغلہ بت کے طواف سے

باہر اگر نہیں دل مردہ غلاف سے ٭ حاصل ہی کیا ہے جنگ و جدال و خلاف سے

وہ دیں ہی کیا ہے جس میں خدا سے نشاں نہ ہو ٭ تائید حق نہ ہو مدد آسماں نہ ہو

مذہب بھی ایک کھیل ہے جبتک یقیں نہیں
جو نور سے تہی ہے خدا سے وہ دیں نہیں

دیں خدا وہی ہے جو دریائے نور ہے
جو اس سے دُور ہے وہ خدا سے بھی دور ہے

دیں خدا وہی ہے جو ہے وہ خدا نما
کس کام کا وہ دیں جو نہ ہووے گرہ کُشا

بتکا یہ دیں نہیں ہے نہیں اس میں کچھ بھی دم
دنیا کے آگے ایک بھی اُٹھتا نہیں قدم

وہ لوگ جو کہ معرفتِ حق میں خام ہیں
بُت ترک کرکے پھر بھی بتوں کے غلام ہیں

۲۴ نومبر ۱۹۰۱ء

نُصرتِ الٰہی !

خدا کے پاک لوگوں کو خدا سے نُصرت آتی ہے !
جب آتی ہے تو پھر عالم کو اک عالم دکھاتی ہے !

وہ بنتی ہے ہوا اور ہر خسِ رہ کو اُڑاتی ہے
وہ ہو جاتی ہے آگ اور ہر مخالف کو جلاتی ہے

کبھی وہ خاک ہو کر دشمنوں کے سر پہ پڑتی ہے
کبھی ہو کر وہ پانی اُن پہ اک طوفان لاتی ہے

غرض رُکتے نہیں ہرگز خدا کے کام بندوں سے
بھلا خالق کے آگے خلق کی کچھ پیش جاتی ہے !

براہین احمدیہ حصہ دوم صفحہ ۱۱۲ سنہ ۱۸۸۰ء

محبّت الٰہی کا طریق اور انجام

خدا سے وہی لوگ کرتے ہیں پیار
جو سب کچھ ہی کرتے ہیں اُس پر نثار

اسی فکر میں رہتے ہیں روز و شب | کہ راضی وہ دلدار ہوتا ہے کب
اُسے دے چکے دل و جاں بار بار | ابھی خوف دل میں کہ ہیں نابکار

لگاتے ہیں دِل اپنا اُس پاک سے
وُہی پاک جاتے ہیں اِس خاک سے

الٰہی قرب کی راہ

کبھی نصرت نہیں ملتی درِ مولا سے گندوں کو
کبھی ضائع نہیں کرتا وہ اپنے نیک بندوں کو
وہی اسکے مقرّب ہیں جو اپنا آپ کھوتے ہیں
نہیں رہ اسکی عالی بارگہ تک خود پسندوں کو
یہی تدبیر ہے پیارو کہ مانگو اس سے قربت کو
اسی کے ہاتھ کو ڈھونڈو جلاؤ سب کمندوں کو

ضمیمہ تریاق القلوب ص ۱ ۱۹۰۲ء

وفاتِ مسیح اور عقائد حضرت مسیح موعودؑ

کیوں نہیں لوگو تمہیں حق کا خیال
دل میں اُٹھتا ہے مرے سو سو اُبال!

ابن مریم مرگیا حق کی قسم! داخلِ جنت ہوا وہ محترم!
مارتا ہے اس کو فرقاں سر بسر اُس کے مرجانے کی دیتا ہے خبر
وہ نہیں باہر رہا اموات سے ہوگیا ثابت یہ تیس آیات سے
کوئی مُردوں سے کبھی آیا نہیں یہ تو فرقاں نے بھی بتلایا نہیں
عہد شُد از کردگارِ بے چگوں غور کُن در اَنَّھُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ
اے عزیزو! سوچ کر دیکھو ذرا مَوت سے بچتا کوئی دیکھا بھلا
یہ تو رہنے کا نہیں پیارو مکاں چل بسے سب انبیاء و راستاں
ہاں نہیں پاتا کوئی اس سے نجات یونہی باتیں ہیں بنائیں واہیات
کیوں تمہیں انکار پر اصرار ہے ہے یہ دیں یا سیرتِ کُفّار ہے
برخلافِ نص یہ کیا جوش ہے سوچ کر دیکھو اگر کچھ ہوش ہے
کیوں بنایا ابن مریم کو خُدا! سُنتِ اللہ سے وہ کیوں باہر رہا
کیوں بنایا اُس کو باشانِ کبیر غیب دان و خالق و حیّ و قدیر

مر گئے سب پر وہ مرنے سے بچا
اب تلک آئی نہیں اُس پر فنا

ہے وہی اکثر پرندوں کا خُدا
اِس خدادانی پہ تیری مرحبا

مولوی صاحب یہی توحید ہے
سچ کہو کس دیو کی تقلید ہے

کیا یہی توحیدِ حق کا راز تھا
جِس پہ برسوں سے تمہیں اک ناز تھا

کیا بشر میں ہے خدائی کا نشاں
الاماں ایسے گماں سے الاماں

ہے تعجب آپ کے اِس جوش پر
فہم پر اور عقل پر اور ہوش پر

کیوں نظر آتا نہیں راہِ صواب
پڑ گئے کیسے یہ آنکھوں پر حجاب

کیا یہی تعلیمِ فرقاں ہے بھلا!
کچھ تو آخر چاہیئے خوفِ خدا

مومنوں پر کفر کا کرنا گماں
ہے یہ کیا ایمانداروں کا نشاں

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دِل سے ہیں خُدّامِ ختم المُرسلین ؐ

شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِؐ مختار ہیں

سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دِل اُس راہ پر قربان ہے

دے چکے دِل اب تنِ خاکی رہا
ہے یہی خواہش کہ ہو وہ بھی فِدا

تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

سخت شورے اوفتاد اندر زمیں
رحم کُن بر خلق اے جاں آفریں

کچھ نمونہ اپنی قدرت کا دکھا
تجھ کو سب قدرت ہے اے ربُ الوریٰ

درد بھری نصیحت

کیوں نہیں لوگو تمہیں حق کا خیال
دِل میں آتا ہے مرے سَو سَو اُبال

آنکھ تر ہے دِل میں میری درد ہے
کیوں دلوں پر اس قدر یہ گرد ہے

دِل ہوا جاتا ہے ہر دم بیقرار
کِس بیاباں میں نکالوں یہ بخار

ہو گئے ہم درد سے زیر و زبر
مر گئے ہم پر نہیں تم کو خبر

آسماں پر غافلو اِک جوش ہے
کچھ تو دیکھو گر تمہیں کچھ ہوش ہے

ہو گیا دِیں کُفر کے حملوں سے چُور
چُپ رہے کب تک خداوندِ غیور

اس صدی کا بیسواں اب سال ہے
شِرک و بدعت سے جہاں پامال ہے

بدگُماں کیوں ہو خدا کچھ یاد ہے
افترا کی کب تلک بُنیاد ہے

وہ خدا میرا جو ہے جوہر شناس
اک جہاں کو لا رہا ہے میرے پاس

لعنتی ہوتا ہے مردِ مفتری
لعنتی کو کب ملے یہ سروری

(اعجاز احمدی صفحہ ٣٢)

محبت الٰہی کے عمدہ صفات و غیر اللہ سے نفرت

وہ دیکھتا ہے غیروں سے کیوں دل لگاتے ہو
جو کچھ بتوں میں پاتے ہو اس میں وہ کیا نہیں

سورج پہ غور کر کے نہ پائی وہ روشنی
جب چاند کو بھی دیکھا تو اس یار سا نہیں
واحد ہی لاشریک ہی اور لازوال ہے
سب موت کا شکار ہیں اسکو فنا نہیں
سب خیر ہے اسی میں کہ اس سے لگاؤ دل
ڈھونڈو اسی کو یار وہ بتوں میں وفا نہیں

نتیجہ

اس جائے پر عذاب سے کیوں دل لگاتے ہو
دوزخ ہے یہ مقام یہ بستاں سرا نہیں!

طلب دنیا میں خدا فراموشی

دنیا کی حرص و آز میں کیا کچھ نہ کرتے ہیں
نقصاں جو ایک پیسہ کا دیکھیں تو مرتے ہیں

زر سے پیار کرتے ہیں اور دل لگاتے ہیں
ہوتے ہیں زر کے ایسے کہ بس مر ہی جاتے ہیں
جب اپنے دلبروں کو نہ جلدی سی پاتے ہیں
کیا کیا نہ انکے ہجر میں آنسو بہاتے ہیں
پر انکو اس سجن کی طرف کچھ نظر نہیں
آنکھیں نہیں ہیں کان نہیں دل میں ڈر نہیں

اُنکے طریق و دھرم میں گو لاکھ ہو فساد — کیسا ہی ہو عیاں کہ وہ ہی جھوٹ اعتقاد
پر تب بھی مانتے ہیں اسی کو بہر سبب — کیا حال کر دیا ہے تعصب نے ہے غضب
دل میں مگر یہی ہے کہ مرنا نہیں کبھی — ترک اِس عیال و قوم کو کرنا نہیں کبھی

اے غافلاں وفا نہ کند ایں سرائے خام!
دُنیائے دوں نماند و نماند بکس مُدام!

حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت پر سورۃ فاتحہ کی شہادت

اے دوستو جو پڑھتے ہو اُمّ الکتاب کو
اب دیکھو میری آنکھوں سے اِس آفتاب کو

سوچو دعائے فاتحہ کو پڑھ کے بار بار — کرتی ہے یہ تمام حقیقت کو آشکار
دیکھو خدا نے تم کو بتائی دُعا یہی — اُس کے حبیبؐ نے بھی پڑھائی دُعا یہی
پڑھتے ہو پنج وقت اِسی کو نماز میں — جاتے ہو اس کی رَہ سے درِ بے نیاز میں
اُس کی قسم کہ جس نے یہ سُورت اتاری ہے — اُس پاک دل پہ جس کی وہ صورت پیاری ہے
یہ میرے رب سے میرے لئے اک گواہ ہے — یہ میرے صدقِ دعویٰ پہ مُہرِ اِلٰہ ہے
میرے مسیح ہونے پہ یہ اِک دلیل ہے — میرے لئے یہ شاہدِ ربِّ جلیل ہے
پھر میرے بعد اوروں کی ہے انتظار کیا — توبہ کرو کہ جینے کا ہے اعتبار کیا

(اعجاز المسیح ٹائٹل صفحہ ۳ سنہ ۱۹۰۱ء)

جہاد کی ممانعت اور مسلمانوں کی موجودہ حالت

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال
دیں کے لئے حرام ہے اب جنگ اور قتال

اب آگیا مسیح جو دیں کا امام ہے!
دین کے تمام جنگوں کا اب اختتام ہے

اب آسماں سے نورِ خدا کا نزول ہے
اب جنگ اور جہاد کا فتویٰ فضول ہے

دشمن ہے وہ خدا کا جو کرتا ہے اب جہاد
منکر نبی کا ہے جو یہ رکھتا ہے اعتقاد

کیوں چھوڑتے ہو لوگو نبی کی حدیث کو
جو چھوڑتا ہے چھوڑ دو تم اس خبیث کو

کیوں بھولتے ہو تم یَضَعُ الحَرب کی خبر
کیا یہ نہیں بخاری میں دیکھو تو کھولکر

فرما چکا ہے سیدِ کونین مصطفےٰ ﷺ
عیسٰے مسیح جنگوں کا کر دیگا التوا

جب آئیگا تو صلح کو وہ ساتھ لائے گا
جنگوں کے سلسلہ کو وہ یکسر مٹائیگا

پیویں گے ایک گھاٹ پہ شیر اور گوسپند
کھیلینگے بچے سانپوں سے بیخوف و بیگزند

یعنی وہ وقت امن کا ہوگا نہ جنگ کا
بھولینگے لوگ مشغلہ تیر و تفنگ کا

یہ حکم سن کے بھی جو لڑائی کو جائیگا!
وہ کافروں سے سخت ہزیمت اُٹھائیگا

اِک معجزہ کے طور پہ یہ پیشگوئی ہے
کافی ہے سوچنے کو اگر اہل کوئی ہے

القصہ یہ مسیح کے آنیکا ہے نشاں
کر دیگا ختم آکے وہ دیں کی لڑائیاں

ظاہر ہے خود نشاں کہ زماں وہ زماں نہیں
اب قوم میں ہماری وہ تاب و تواں نہیں

اب تم میں خود وہ قوّت و طاقت نہیں رہی
وہ سلطنت وہ رُعب وہ شوکت نہیں رہی

وہ نام وہ نمود وہ دولت نہیں رہی
وہ عزمِ مُقبلانہ وہ ہمت نہیں رہی

وہ علم وہ صلاح وہ عفّت نہیں رہی
وہ نور اور وہ چاند سی طلعت نہیں رہی

وہ درد وہ گداز وہ رِقّت نہیں رہی
خلقِ خدا پہ شفقت و رحمت نہیں رہی

دلمیں تمہارے یار کی اُلفت نہیں رہی
حالت تمہاری جاذبِ نُصرت نہیں رہی

حُمق آگیا ہے سر میں وہ فطنت نہیں رہی
کسل آگیا ہے دل میں جلادت نہیں رہی

وہ علم و معرفت وہ فراست نہیں رہی
وہ فکر وہ قیاس وہ حکمت نہیں رہی

دنیا و دیں میں کچھ بھی لیاقت نہیں رہی
اب تم کو غیر قوموں پہ سبقت نہیں رہی

وہ اُنس و شوق و وجد وہ طاعت نہیں رہی
ظلمت کی کچھ بھی حدّ و نہایت نہیں رہی

ہر وقت جھوٹ۔ سچ کی تو عادت نہیں رہی
نورِ خدا کی کچھ بھی علامت نہیں رہی

سو سو ہے گند دل میں طہارت نہیں رہی
نیکی کے کام کرنیکی رغبت نہیں رہی

خوانِ تہی پڑا ہے وہ قسمت نہیں رہی
دیں بھی ہے ایک قشر حقیقت نہیں رہی

مولیٰ سے اپنے کچھ بھی محبت نہیں رہی
دل مر گئے ہیں نیکی کی قدرت نہیں رہی

سب پر یہ اک بلا ہے کہ وحدت نہیں رہی
اِک پھوٹ پڑ رہی ہے مودّت نہیں رہی

تم مر گئے تمہاری وہ عظمت نہیں رہی
صورت بدل گئی ہے وہ صورت نہیں رہی

اب تم میں کیوں وہ سیف کی طاقت نہیں رہی
بھید اس میں ہے یہی کہ وہ حاجت نہیں رہی

اب کوئی تم میں جبر نہیں غیر قوم سے
کرتی نہیں ہے منع صلوٰۃ اور صوم سے

ہاں آپ تم نے چھوڑ دیا دیں کی راہ کو
عادت میں اپنی کر لیا فسق و گناہ کو

اب زندگی تمہاری تو سب فاسقانہ ہے
مومن نہیں ہو تم کہ قدم کافرانہ ہے

اے قوم اتمپہ یار کی اب وہ نظر نہیں
روتے رہو دعاؤں میں اب کچھ اثر نہیں

کیونکر ہو وہ اثر کہ تمہارے وہ دل نہیں
شیطاں کی ہیں خدا کے پیارے وہ دل نہیں

تقویٰ کے جامے جتنے تھے سب چاک ہوگئے
جتنے خیال دل میں تھے ناپاک ہوگئے

کچھ کچھ جو نیک مرد تھے وہ خاک ہوگئے
باقی جو تھے وہ ظالم و سفاک ہوگئے

اب تم تو خود ہی مورد خشم خدا ہوئے
اس یار سے بشامت عصیاں جدا ہوئے

اب غیر دیں سے لڑائی کے معنی ہی کیا ہوئے
تم خود ہی غیر بن کے محل سزا ہوئے

سچ سچ کہو کہ تم میں امانت ہے اب کہاں
وہ صدق اور وہ دین و دیانت ہے اب کہاں

پھر جبکہ تم میں خود ہی وہ ایماں نہیں رہا
وہ نور مومنانہ وہ عرفاں نہیں رہا

پھر اپنے کفر کی خبر اے قوم لیجئے
آیت عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ یاد کیجئے

اب یہ گماں کہ مہدی خونی بھی آئے گا
اور کافروں کے قتل سے دیں کو بڑھائیگا

اے غافلو یہ باتیں سراسر دروغ ہیں
بہتاں ہیں بے ثبوت ہیں اور بیفروغ ہیں

یارو جو مرد آنے کو تھا وہ تو آچکا!
یہ راز تم کو شمس و قمر بھی بتا چکا!

اب سال سترہ بھی صدی سے گذر گئے — تم میں سے ہائے سوچنے والے کدھر گئے
تھوڑے نہیں نشاں جو دکھائے گئے تمہیں — کیا پاک راز تھے جو بتائے گئے تمہیں
پھر تم نے اُن سے کچھ بھی اٹھایا نہ فائدہ — مُنہ پھیر کر ہٹا دیا تم نے یہ مائدہ
بخلوں سے یارو باز بھی آؤ گے یا نہیں؟ — خُو اپنی پاک صاف بناؤ گے یا نہیں؟
باطل سے میل دل کی ہٹاؤ گے یا نہیں ؟ — مخفی جو دل میں ہے وہ سُناؤ گے یا نہیں؟
آخر خدا کے پاس بھی جاؤ گے یا نہیں؟ — اس وقت اُس کو منہ بھی دکھاؤ گے یا نہیں؟
تم میں سے جنکو دینِ دیانت سے ہے پیار — اب اس کا فرض ہے کہ وہ دل کر کے اُستوار
لوگوں کو یہ بتائے کہ وقتِ مسیح ہے — اب جنگ اور جہاد حرام اور قبیح ہے

ہم اپنا فرض دوستو اب کر چکے ادا
اب بھی اگر نہ سمجھو تو سمجھائیگا خدا

مقامِ احمدؐ!

زندگی بخش جامِ احمدؐ ہے
کیا ہی پیارا یہ نامِ احمدؐ ہے

لاکھ ہوں انبیاء مگر بخدا — سب سے بڑھ کر مقامِ احمدؐ ہے
باغِ احمدؐ سے ہم نے پھل کھایا — میرا بُستاں کلامِ احمدؐ ہے

دافع البلاء صفحہ ۲۰ — سنہ ۱۹۰۲ء

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو!
اس سے بہتر غلام احمد ہے!

چولہ صاحب اور بابا نانک رحمۃ اللہ کا اسلام

یہی پاک چولہ ہے سکھوں کا تاج!
یہی کابلی مل کے گھر میں ہے آج!

یہی ہے جو نوروں سے معمور ہے — جو دُور اس سے اُس سے خدا دور ہے
یہی جنم ساکھی میں مذکور ہے — جو انگد سے اس وقت مشہور ہے
اسی پر وہ آیات ہیں بیّنات — کہ جن سے ملے جاودانی حیات
یہ نانک کو خلعت ملا سرفراز — خدا سے جو تھا درد کا چارہ ساز
اسی سے وہ سب رازِ حق پا گیا — اسی سے وہ حق کی طرف آ گیا
اسی نے بلا سے بچایا اُسے — ہر اک بد گہر سے چھڑایا اُسے
ذرا سوچو سکھو یہ کیا چیز ہے — یہ اُس مرد کے تن کا تعویذ ہے
یہ اُس بھگت کا رہ گیا اک نشاں — نصیحت کی باتیں حقیقت کی جاں
گرنتھوں میں ہے شک کا اک احتمال — کہ انساں کے ہاتھوں سے ہیں دستیاں

جو پیچھے سے لکھتے لکھاتے رہے
خدا جانے کیا کیا بناتے رہے

گماں ہے کہ نقلوں میں ہو کچھ خطا
کہ انساں نہ ہووے خطا سے جُدا

مگر یہ تو محفوظ ہے بالیقیں
وہی ہے جو تھا اسمیں کچھ شک نہیں

اسے سر پہ رکھتے تھے اہلِ صفا
تذلّل سے جب پیش آتی بلا

جو نانک کی مدح و ثنا کرتے تھے
وہ ہر شخص کو یہ کہا کرتے تھے

کہ دیکھا نہ ہو جس نے وہ پارسا
وہ چولہ کو دیکھے کہ ہے رہنما

جسے اُس کے مرت کی نہ ہووی خبر
وہ دیکھے اسی چولہ کو اک نظر

اسے چوم کر کرتے رو رو دعا
تو ہو جاتا تھا فضلِ قادر خدا

اسی کا تو تھا معجزانہ اثر
کہ نانک بچا جس سے وقتِ خطر

بچا آگ سے اور بچا آب سے
اِسی کے اثر سے نہ اسباب سے

ذرا دیکھو انگد کی تحریر کو
کہ لکھتا ہے اس ساری تقریر کو

یہ چولہ ہے قدرت کا جلوہ نما
کلامِ خدا اس پہ ہے جا بجا

جو شائق ہے نانک کی درشن کا آج
وہ دیکھے اسے چھوڑ کر کام کاج

برس گذری ہیں چار سو کے قریب
یہ ہے تو بنا اک کرامت عجیب

یہ نانک سے کیوں رہ گیا اک نشاں
بھلا اس میں حکمت تھی کیا در نہاں؟

یہی تھی کہ اسلام کا ہو گواہ
بتا دے وہ پچھلوں کو نانک کی راہ

خدا سے یہ تھا فضل اس مرد پر
ہوا اُس کے دردوں کا اِک چارہ گر

یہ مخفی امانت ہے کرتار کی
یہ تھی اِک کلید اسکے اسرار کی

محبت میں صادق وہی ہوتے ہیں
کہ اِس چولہ کو دیکھ کر روتے ہیں

سُنو مجھ سے اے لوگو نانک کا حال
سُنو قصّہ قدرتِ ذوالجلال

وہ تھا آریہ قوم سے نیک ذات
خرد مند خوش خُو مبارک صفات

ابھی عمر سے تھوڑے گذرے تھے سال
کہ دل میں پڑا اُس کے دیں کا خیال

اسی جُستجو میں وہ رہتا مُدام
کہ کس راہ سے سچ کو پاوے تمام

اُسے وید کی رَہ نہ آئی پسند
کہ دیکھا بہت اس کی باتوں میں گند

جو دیکھا کہ یہ ہیں سڑے اور گلے
لگا ہونے اُس کا دِل اُوپر تلے

کہا کیسے ہو یہ خدا کا کلام
ضلالت کی تعلیم ناپاک کام

ہوا پھر تو یہ دیکھ کر سخت غم
مگر دل میں رکھتا وہ رنج و الم

وہ رہتا تھا اس غم سے ہر دم اُداس
زباں بند تھی دل میں سو سو ہراس

یہی فکر کھاتا اُسے صبح و شام
نہ تھا کوئی ہمراز نے ہمکلام

کبھی باپ کی جب کہ پڑتی نظر
وہ کہتا کہ اے میرے پیارے پسر

میں حیراں ہوں تیرا یہ کیا حال ہے؟
وہ غم کیا ہے جس سے تو پامال ہے؟

نہ وہ تیری صورت نہ وہ رنگ ہے؟
کہو کس سبب تیرا دل تنگ ہے؟

مجھے سچ بتا کھولکر اپنا حال ‏ کہ کیوں غم میں رہتا ہے اے میرے لال؟
وہ رو دیتا کہہ کر کہ سب خیر ہے ‏ مگر دل میں اک خواہشِ سیر ہے
پھر آخر کو نکلا وہ دیوانہ وار ‏ نہ دیکھے بیاباں نہ دیکھے پہاڑ
اُتارا ہی مونڈھونسے دُنیا کا بار ‏ طلب میں سفر کر لیا اختیار
خدا کے لئے ہو گیا دردمند ‏ تنعّم کی راہیں نہ آئیں پسند
طلب میں چلا بیخود و بے حواس ‏ خدا کی عنایات کی کر کے آس
جو پوچھا کسی نے چلے ہو کدھر ‏ غرض کیا ہے جس سے کیا یہ سفر
کہا رو کے حق کا طلبگار ہوں ‏ نثارِ رہِ پاک کرتار ہوں
سفر میں وہ رو رو کے کرتا دُعا ‏ کہ اے میرے کرتار مُشکلکشا
میں عاجز ہوں کچھ بھی نہیں خاک ہوں ‏ مگر بندۂ درگۂ پاک ہوں
میں قرباں ہوں دل سے تری راہ کا ‏ نشاں دے مجھے مردِ آگاہ کا
نشاں تیرا پاکر وہیں جاؤنگا ‏ جو تیرا ہو وہ اپنا ٹھہراؤں گا
کرم کر کے وہ راہ اپنی دِکھا ‏ کہ جس میں ہو اے میرے تیری رضا
بتایا گیا اس کو الہام میں ‏ کہ پائیگا تو مجھ کو اسلام میں
مگر مردِ عارف فلاں مرد ہے ‏ کہ اسلام کی راہ میں فرد ہے
ملا تب خدا سے اُسے ایک پیر ‏ کہ چشتی طریقہ میں تھا دستگیر

وہ بیعت سے اس کی ہوا فیضیاب
سنا شیخ سے ذکرِ راہِ صواب

پھر آیا وطن کی طرف اس کے بعد
ملے پیر کے فیض سے بختِ سعید

کوئی دن تو پردہ میں مستور تھا
زباں چپ تھی اور سینہ میں نور تھا

نہاں دل میں تھا درد سوز و نیاز
شریر دل سے چھپ چھپ کے پڑھتا نماز

پھر آخر کو مارا صداقت نے جوش
تعشق سے جاتے رہے اسکے ہوش

ہوا پھر تو حق کے چھپانے سے تنگ
محبت نے بڑھ بڑھ کے دکھلائی رنگ

کہا یہ تو مجھ سے ہوا اک گناہ
کہ پوشیدہ رکھی سچائی کی راہ

یہ صدق و صفا سے بہت دور تھا
کہ غیروں کے خوفوں سے دل چور تھا

تصور سے اس بات کے ہو کے زار
کہا رو کے اے میرے پروردگار

ترے نام کا مجھ کو اقرار ہے
ترا نام غفّار و ستّار ہے

بلا ریب تو حیّ و قدّوس ہے
ترے بن ہر اک راہ سالوس ہے

مجھے بخش اے خالق العالمیں
تو سبّوح و انّی من الظّٰلمین

میں تیرا ہوں اے میرے کرتار پاک
نہیں تیری راہوں میں خوفِ ہلاک

ترے در پہ جاں میری قربان ہے
محبت تری خود مری جان ہے

وہ طاقت کہ ملتی ہے ابرار کو
وہ دے مجھکو دکھلا کے اسرار کو

خطا دار ہوں مجھ کو وہ رہ بتا
کہ حاصل ہو جس رہ سے تیری رضا

اسی عجز میں تھا تذلل کے ساتھ
کہ یکبرگا خدا کی عنایت نے ہاتھ

ہوا غیب سے ایک چولہ عیاں
خدا کا کلام اُس پہ تھا بیگماں

شہادت تھی اسلام کی جا بجا
کہ سچّا وہی دیں ہے اور رہنما

یہ لکھا تھا اس میں بخطِ جلی
کہ اللہ ہے اِک اور محمدؐ نبی

ہوا حکم پہن اس کو اے نیک مرد
اُتر جائیگی اس سے وہ ساری گرد

جو پوشیدہ رکھنے کی تھی اِک خطا
یہ کفّار سے اس کا اے باوفا

یہ ممکن ہے کشفی ہو یہ ماجرا
دکھایا گیا ہو بحکمِ خُدا

پھر اس طرز پر یہہ بنایا گیا
بحکمِ خدا پھر لکھایا گیا

مگر یہ بھی ممکن ہے اے پختہ کار
کہ خود غیب سے ہو یہ سب کاروبار

کہ پردے میں قادر کے اسرار ہیں
کہ عقلیں وہاں ہیچ و بیکار ہیں

تو یک قطرہ داری ز عقل و خرد
مگر قدرتش بحر بے حدّ و عدّ

اگر بشنوی قصّہ صادقاں
مجنباں سرِ خود چو مستہزیاں

تو خود را خردمند فہمیدۂ
مقاماتِ مرداں نسنجا دیدۂ

غرض اُس نے پہنا وہ فرّخ لباس
نہ رکھتا تھا مخلوق سے کچھ ہراس

وہ پھرتا تھا کوچوں میں چولہ کے ساتھ
دکھاتا تھا لوگوں کو قدرت کے ہاتھ

کوئی دیکھتا جب اُسے دُور سے — تو ملتی خبر اُس کو اس نور سے
جسے دُور سے وہ نظر آتا تھا — اُسے چولہ خود بھید سمجھاتا تھا
وہ ہر لحظہ چولہ کو دکھلاتا تھا — اسی میں وہ ساری خوشی پاتا تھا
غرض یہ تھی تا یار خورسند ہو — خطا دُور ہو پُختہ پیوند ہو
جو عشاق اس ذات کے ہوتے ہیں — وہ ایسے ہی ڈر ڈر کے جاں کھوتے ہیں
وہ اس یار کو صدق دکھلاتے ہیں — اسی غم میں دیوانہ بن جاتے ہیں
وہ جاں اس کی رہ میں فدا کرتے ہیں — وہ ہر لحظہ سَو سَو طرح مرتے ہیں

وہ کھوتے ہیں سب کچھ بصدق وصفا
مگر اس کی ہو جائے حاصل رضاء

یہ دیوانگی عشق کا ہے نشاں — نہ سمجھے کوئی اس کو جز عاشقاں
غرض جوشِ اُلفت سے مجذوب وار — یہ نانک نے چولہ بنایا شعار
مگر اس سے راضی ہو وہ دلستاں — کہ اس بن نہیں دلکو تاب وتواں
خدا کے جو ہیں وہ یہی کرتے ہیں — وہ لعنت سے لوگوں کی کب ڈرتے ہیں
وہ ہو جاتے ہیں سارے دلدار کے — نہیں کوئی ان کا بجز یار کے
وہ جاں دینے سے بھی نہ گھبراتے ہیں — کہ سب کچھ وہ کھو کر اُسے پاتے ہیں
وہ دلبر کی آواز بن جاتے ہیں — وہ اس جاں کے ہمراز بن جاتے ہیں

وہ ناداں جو کہتا ہے در بند ہے
نہ الہام ہے اور نہ پیوند ہے

نہیں عقل اس کو نہ کچھ غور ہے
اگر وید ہے یا کوئی اور ہے

یہ سچ ہے کہ جو پاک ہو جاتے ہیں
خدا سے خدا کی خبر لاتے ہیں

اگر اس طرف سے نہ آوے خبر
تو ہو جائے یہ راہ زیر و زبر

طلبگار ہو جائیں اس کے تباہ
وہ مر جائیں دیکھیں اگر بند راہ

مگر کوئی معشوق ایسا نہیں
کہ عاشق سے رکھتا ہو یہ بغض و کیں

خدا پر تو پھر یہ گماں عیب ہے
کہ وہ راحم و عالم الغیب ہے

اگر وہ نہ بولے تو کیونکر کوئی
یقیں کر کے جانے کہ ہے مختفی

وہ کرتا ہے خود اپنے بھگتوں کو پیار
کوئی اس کی رہ میں نہیں نامراد

مگر وید کو اس سے انکار ہے
اسی سے تو بے خبر و بیکار ہے

کرے کوئی کیا ایسے طومار کو
بلا کر دکھاوے نہ جو یار کو

وہ ویدوں کا ایشر ہے یا اک حجر
کہ بولے نہیں جیسے اک گنگ و کر

تو پھر ایسے ویدوں سے حاصل ہی کیا
ذرا سوچو اے یارو بہر خدا

وہ انکار کرتے ہیں الہام سے
کہ ممکن نہیں خاص اور عام سے

یہی سارے لوگوں کا تو تھا مدعا
اسی سے تو کھلتی ہیں آنکھیں ذرا

اگر یہ نہیں پھر تو وہ مر گئے
کہ بے سود جاں کو فدا کر گئے

یہ ویدوں کا دعویٰ سنا ہے ابھی
کہ بعد ان کے مُلہم نہ ہوگا کبھی

وہ کہتے ہیں یہ کوچہ مسدُود ہے
تلاش اس کی عارف کو بے سُود ہی

وہ غافل ہیں رحماں کی اس داب سے
کہ رکھتا ہے وہ اپنے احباب سے

اگر ان کو اس رہ سے ہوتی خبر
اگر صدق کا کچھ بھی رکھتے اثر

تو انکار کو جانتے جائے شرم
یہ کیا کہدیا ویدنے ہائے شرم

نہ جانا کہ الہام سے ہے کیمیا!
اسی سے تو مِلتا ہے گنجِ بقا!

اسی سے تو عارف ہوئے بادہ نوش
اِسی سے تو آنکھیں کھلیں اور گوش

یہی ہے کہ نائب ہے دیدار کا
یہی ایک چشمہ ہے اسرار کا

اِسی سے مِلے ان کو نازک علُوم
اسی سے تو انکی ہوئی جگ میں دھوم

خدا پر خدا سے یقیں آتا ہے
وہ باتوں سے ذات اپنی سمجھاتا ہی

کوئی یار سے جب لگاتا ہی دِل
تو باتوں سی لذّت اُٹھاتا ہے دِل

کہ دلدار کی بات ہے اِک غذا
مگر تو ہے مُنکر تجھے اس سے کیا

نہیں تجھ کو اس رہ کی کچھ بھی خبر
تو واقف نہیں اس سے اے بے ہُنر

وہ ہے مہربان و کریم و قدیر
قسم اُسکی۔ اسکی نہیں ہے نظیر

جو ہو دل سے قربانِ ربِّ جلیل
نہ نقصاں اٹھاویں نہ ہوویں ذلیل

اسی سے تو نانک ہوا کامیاب
کہ دل سے تھا قربان عالی جناب

بتایا گیا اس کو الہام میں
کہ پائے گا تو مجھ کو اسلام میں

یقیں ہے کہ نانک تھا مُلہم ضرور
نہ کر وید کا پاس اے پُر غرور!

دیا اس کو کرتار نے وہ گیان
کہ ویدوں میں اسکا نہیں کچھ نشاں

اکیلا وہ بھاگا ہنودوں کو چھوڑ
چلا مکہ کو ہند سے مُنہ کو موڑ

گیا خانہ کعبہ کا کرنے طواف
مسلماں بنا پاک دل بے خلاف

لیا اُس کو فضلِ خدا نے اُٹھا
ملی دونوں عالم میں عزت کی جا

اگر تو بھی چھوڑے یہ مُلکِ ہوا
تجھے بھی یہ رُتبہ کرے وہ عطا

تو رکھتا نہیں ایک دم بھی روا
جو بیوی سے اور بچوں سے ہو جُدا

مگر وہ تو پھرتا تھا دیوانہ وار
نہ جی کو تھا چین اور نہ دلکو قرار

ہر اِک کہتا تھا دیکھ کر اِک نظر
کہ ہے اسکی آنکھوں میں کچھ جلوہ گر

محبت کی تھی سینہ میں اِک خلش
لئے پھرتی تھی اس کو دلکی تپش

کبھی شرق میں اور کبھی غرب میں
رہا گھومتا قلق اور کرب میں

پرندے بھی آرام کر لیتے ہیں
مچھلیاں بھی یہ کام کر لیتے ہیں

مگر وہ تو اِک دم نہ کرتا قرار
ادا کر دیا عشق کا کاروبار

کسی نے یہ پوچھی تھی عاشق سے بات
وہ نسخہ بتا جس سے جاگو تو رات

کہاں نیند کی ہے دوا سوز و درد
کہاں نیند جب غم کرے چہرہ زرد

وہ آنکھیں نہیں جو کہ گریاں نہیں ✲ وہ خود دِل نہیں جو کہ بریاں نہیں

تو انکار سے وقت کھوتا ہی کیا

تجھے کیا خبر عشق ہوتا ہے کیا

مجھے پوچھو اور میری دلسے یہ راز ‖ مگر کون پوچھے بجز عشق باز

جو برباد ہونا کرے اختیار ‖ خدا کے لئے ہے وہی بختیار

جو اس کے لئے کھوتے ہیں باقی ہیں ‖ جو مرتے ہیں وہ زندہ ہوجاتے ہیں

وہ ہے وحدہٗ لاشریک اور عزیز

نہیں اس کی مانند کوئی بھی چیز

اگر جاں کروں اس کی رہ میں فدا ‖ تو پھر بھی نہ ہو شکر اُس کا ادا

میں چولے کا کرتا ہوں پھر کچھ بیاں ‖ کہ ہے یہ پیارا مجھے جیسے جاں

ذرا چشم ساکھی کو پڑھ دے جواں

کہ انگد نے لکھا ہے اسمیں عیاں

کہ قدرت کے ہاتھوں لکھی تھی وہ رقم ‖ خدا ہی نے لکھا بہ فضل و کرم

وہ کیا ہے یہی ہے کہ اللہ ہے ایک ‖ محمدؐ نبی اُس کا پاک اور نیک

بغیر اُس کے دِل کی صفائی نہیں

بجز اُس کے غم سے رہائی نہیں

یہ معیار ہے دین کی تحقیق کا! — کھلا فرق دجال و صدیق کا!
ذرا سوچو یارو گر انصاف ہے — یہ سب کشمکش اس گھڑی صاف ہے
یہ نانک سے کرنے لگے جب خدا — رہے زور کر کر کے بے مدعا
کہا دور ہو جاؤ تم ہار کے — یہ خلعت ہی ہاتھوں سے کرتار کے
بشر سے نہیں تا اتارے بشر — خدا کا کلام اس پہ ہے جلوہ گر
دعا کی تھی اس نے کہ اے کردگار — بنا مجھ کو رہ اپنی خود کر کے پیار

یہ چولہ تھا اس کی دعا کا اثر
یہ قدرت کے ہاتھوں کا تھا سر بسر

یہی چھوڑ کر وہ ولی مر گیا — نصیحت تھی مقصد ادا کر گیا
اسے مردہ کہنا خطا ہے خطا — کہ زندوں میں ہیں وہ زندہ دل جا ملا

وہ تن گم ہوا بے نشاں رہ گیا
ذرا دیکھ کر اس کو آنسو بہا

کہاں ہے محبت کہاں ہے وفا — پیاروں کا چولہ ہوا کیوں برا
وفادار عاشق کا ہے یہ نشاں — کہ دلبر کا خط دیکھ کر ناگہاں

لگاتا ہے آنکھوں سے ہو کر فدا
یہی دین ہے دلدادگاں کا سدا

مگر جس کے دل میں محبت نہیں | اُسے ایسی باتوں سے رغبت نہیں
اُٹھو جلد تر لاؤ فوٹو گراف | ذرا کھینچو تصویر چولے کی صاف
کہ دُنیا کو ہرگز نہیں ہے بقا | فنا سب کا انجام ہے جز خُدا
سو لو عکس جلدی کہ اب ہی ہے راس | مگر اس کی تصویر رہ جائے پاس
یہ چولا کہ قدرت کی تحریر ہے | یہی رہ نُما اور یہی پیر ہے
یہ انگد نے خود لکھ دیا صاف صاف | کہ ہے وہ کلامِ خُدا بے گزاف

وہ لکھا ہے خود پاک کرتار نے
اُسی حیّ و قیّوم غفّار نے

خدا نے جو لکھا وہ کب ہو خطا | وُہی ہے خُدا کا کلامِ صفا
یہی راہ ہے جس کو بھولے ہو تم | اُٹھو یارو اب مت کرو راہ گم

یہ نورِ خُدا ہے خدا سے مِلا
ارے جلد آنکھوں سے اپنی لگا

ارے لوگو تم کو نہیں کچھ خبر | جو کہتا ہوں میں اُس پہ رکھنا نظر
زمانہ تعصب سے رکھتا ہے رنگ | کریں حق کی تکذیب رب بے درنگ

وُہی دیں کی راہوں کی سُنتا ہے بات
کہ ہو متّقی مرد اور نیک ذات

مگر دوسرے سارے ہیں پُر عناد — پیارا ہے ان کو غرور اور فساد

بناتے ہیں باتیں سراسر دروغ — نہیں بات میں ان کی کچھ بھی فروغ

بھلا بعد چولے کے اے پُر غرور — وہ کیا کسر باقی ہے جس سے تو دُور

تو ڈرتا ہے لوگوں سے اے بے ہُنر — خدا سے تجھے کیوں نہیں ہے خطر

یہ تحریر چولے کی ہے اِک زباں — سُنو وہ زباں سے کرے کیا بیاں

کہ دینِ خدا دینِ اِسلام ہی — جو ہو مُنکر اُس کا بد انجام ہے

محمد ﷺ وہ نبیوں کا سردار ہی — کہ جس کا عدو مثلِ مُردار ہے

تجھے چولے سے کچھ تو آوے حیا — ذرا دیکھ ظالم کہ کرتا ہے کیا

کہو جو رضا ہو مگر سُن لو بات — وہ کہنا کہ جس میں نہیں کچھ ثبات

کہ حق جو سے کرتار کرتا ہے پیار — وہ انساں نہیں جو نہیں حق گذار

کہو جبکہ پوچھے گا مولیٰ حساب — تو بھائی بتاؤ کہ کیا ہے جواب؟

میں کہتا ہوں اِک بات اے نیکنام — ذرا غور سے اس کو سُنیو تمام

کہ بیشک یہ چولہ پُر از نور ہے — تمرّد وفا سے بہت دُور ہے!

دکھائیں گے چولہ تمہیں کھولکر — کہ دو اُس کا اثر ذرا بول کر

یہی پاک چولہ رہا اِک نشاں — گرو سے کہ تھا خلق پر مہرباں

اسی پر دوشالے چڑھے اور زر — یہی فخر سکھوں کا ہے سربسر

یہی ملک و دولت کا تھا اِک ستوں — عمل بد کئے ہو گئے سرنگوں
خدا کے لئے چھوڑو اب بُغض و کیں — ذرا سوچو باتوں کو ہو کر امیں
وہ صِدق و محبت وہ مہر و وفا — جو نانک سے رکھتے تھے تم برملا
دکھاؤ ذرا آج اُس کا اثر — اگر صدق ہے جلد دوڑو اِدھر
گرُو نے تو کر کے دکھایا تمہیں — وہ رستہ چلو جو بتایا تمہیں
کہاں ہیں جو نانک کے ہیں خاکپا؟ — جو کرتے ہیں اسکے لئے جاں فدا
کہاں ہیں جو اس کے لئے مرتے ہیں؟ — جو ہے واک اُس کا وہی کرتے ہیں
کہاں ہیں جو ہوتے ہیں اُس پر نثار؟ — جُھکاتے ہیں سر اپنے کو کر کے پیار
کہاں ہیں جو رکھتے ہیں صدق و ثبات؟ — گرو سے ملے جیسے شیر و نبات
کہاں ہیں کہ جب اس سی کچھ پاتے ہیں؟ — تعشّق سے قرباں ہوئے جاتے ہیں
کہاں ہیں جو اُلفت سی سرشار ہیں؟ — جو مرنیکو بھی دل سے تیار ہیں
کہاں ہیں جو وہ بُخل سے دُور ہیں؟ — محبت سے نانک کی معمور ہیں
کہاں ہیں جو اس رہ میں پُرجوش ہیں — گرُو کے تعشّق میں مدہوش ہیں
کہاں ہیں وہ نانک کے عاشق کہاں؟ — کہ آیا ہے نزدیک اب امتحاں
کہاں ہیں جو اُلفت کا بھرتے ہیں دم؟ — اطاعت سے سر کو بنا کر قدم
اِدھر آئیں دیکھیں یہ تصویر ہے — یہی پاک چولہ جہانگیر ہے

چولہ بابا نانک رحمۃ اللہ علیہ

گرو جس کے اِس رہ پہ ہو دیں فدا — وہ چیلہ نہیں جو نہ دے سر جُھکا

اگر ہاتھ سے وقت جاوے نِکل — تو پھر ہاتھ مل مل کے رونا ہی کل

نہ مردی ہے تیر اور تلوار سے — بنو مرد مردوں کے کِردار سے

سُنو آتی ہے ہر طرف سے صدا — کہ باطل ہے ہر چیز حق کے سِوا!

کوئی دن کے مہماں ہیں ہم تم سبھی — خبر کیا کہ پیغام آوے ابھی

گرُو نے یہ چولہ بنایا شعار — دکھایا کہ اس رہ پہ ہوں میں نثار

وہ کیونکر ہوا ان ناسعیدوں سے شاد — جو رکھتے نہیں اس سے کچھ اعتقاد

اگر مان لوگے گرُو کا یہ واک! — تو راضی کروگے اسے ہو کے پاک

وہ احمق ہیں جو حق کی رہ کھوتے ہیں — عبث ننگ و ناموس کو روتے ہیں

وہ سوچیں کہ کیا لکھ گیا پیشوا — وصیت میں کیا کہہ گیا برملا

کہ اسلام ہم اپنا دیں رکھتے ہیں — محمدؐ کی رہ پر یقیں رکھتے ہیں

اُٹھو سونے والو کہ وقت آگیا — تمھارا گرُو تم کو سمجھا گیا!

نہ سمجھے تو آخر کو پچھتاؤ گے
گرُو کے سراپوں کا پھل پاؤ گے

(ست بچن صفحہ ۴۱ مطبوعہ ۱۸۹۵ء)

صداقتِ اسلام پر بابا نانک رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت

واہ رے زورِ صداقت خوب دکھلایا اثر
ہوگیا نانکؒ نثارِ دینِ احمدؐ سربسر
جب نظر پڑتی ہے اس چولہ کی ہر ہر لفظ پر ٭ سامنے آنکھوں کے آجاتا ہے وہ فرخ گہر
دیکھو اپنے دین کو کس صدق سے دکھلا گیا
وہ بہادر تھا نہ رکھتا تھا کسی دشمن کا ڈر

(از ست بچن صفحہ ۵۲ درمیان نقشہ چولہ صاحب ۱۸۹۵ء)

محمود کی آمین

اولاد کے حق میں دعائیں اور افضالِ الٰہی کا شکریہ

حمد و ثنا اسی کو جو ذاتِ جاودانی
ہمسر نہیں ہے اس کا کوئی نہ کوئی ثانی
باقی وہی ہمیشہ غیر اس کے سب ہیں فانی ٭ غیروں سے دل لگانا جھوٹی ہے سب کہانی

سب غیر ہیں وہی ہے اِک دل کا یار جانی
ہے پاک پاک قدرت عظمت ہی اسکی عظمت
ہے عام اسکی رحمت کیونکر ہو شکر نعمت
غیروں سے کرنا اُلفت کب چاہیے اسکی غیرت
جو کچھ ہمیں ہے راحت سب اسکی جود و منت
بہتر ہے اسکی طاعت طاعت میں ہی سعادت
رب کا وہی سہارا رحمت ہے آشکارا
اُس بن نہیں گذارا غیر اسکے جھوٹ سارا
یا رب ہے تیرا احساں ہیں تیری در پہ قرباں
تیرا کرم ہی ہر آں تو ہے رحیم و رحماں
کیونکر ہو شکر تیرا۔ تیرا ہی جو ہے میرا
جب تیرا نور آیا۔ جاتا رہا اندھیرا
تُو نے یہ دن دکھایا محمود پڑھ کے آیا
صد شکر ہے خدایا صد شکر ہے خدایا
ہو شکر تیرا کیونکر اے میرے بندہ پرور
تیرا ہوں میں سراسر تو میرا ربِ اکبر

دل میں مرے یہی ہے سُبحان من یرانی
لرزاں ہیں اہل قربت کرّوبیوں پہ ہیبت
ہم سب ہیں اسکی صنعت اس سے کرو محبت
یہ روز کر مبارک سُبحان من یرانی
اس سے ہے دل کی بیعت دلمیں ہے اسکی عظمت
یہ روز کر مبارک سُبحان من یرانی
ہم کو وہی پیارا دلبر وہی ہمارا
یہ روز کر مبارک سُبحان من یرانی
تو نے دیا ہے ایماں تو ہر زماں نگہباں
یہ روز کر مبارک سُبحان من یرانی
تُو نے ہر اک کرم سے گھر بھر دیا ہے میرا
یہ روز کر مبارک سُبحان من یرانی
دل دیکھکر یہ احساں تیری ثنا میں گایا
یہ روز کر مبارک سُبحان من یرانی
تُو نے مجھے دیئے ہیں یہ تین تیرے چاکر
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

ہے آج ختمِ قرآں نکلے ہیں دل کے ارماں
اے میرے ربِّ مُحسِن کیونکر ہو شُکرِ احساں
تیرا یہ سب کرم ہے تُو رحمتِ اتم ہے
تیرا ہوں میں ہمیشہ جبتک کہ دم میں دم ہے
اے قادرِ توانا۔ آفات سے بچانا
غیروں سے دِل غنی ہو جب سے کہ تجھ کو جانا
احقر کو میرے پیارے اِکدم نہ دُور کرنا
واللہ خوشی سے بہتر غم سے ترے گذرنا
سب کام تُو بنائے لڑکے بھی تجھ سے پائے
تُو نے ہی میری جانی خوشیوں کے دن دکھائے
یہ تین جو پسر ہیں تجھ سے ہی یہ ثمر ہیں
تُو سچّے وعدوں والا منکر کہاں کِدھر ہیں
کر انکو نیک قسمت دے اِنکو دینُ و دولت
دے رُشد اور ہدایت اور عُمر اور عزّت
اے میرے بندہ پرور کر انکو نیک اختر
تُو ہے ہمارا رہبر تیرا نہیں ہے ہمسر

تُو نے دکھایا یہ دن مَیں تیرے مُنہ کے قرباں
یہ روز کر مبارک سُبحان من یرانی
کیونکر ہو حمد تیری کب طاقتِ قلم ہے
یہ روز کر مبارک سُبحان من یرانی
ہم تیرے در پہ آئے ہمنے ہی تجھ کو مانا
یہ روز کر مبارک سُبحان من یرانی
بہتر ہے زندگی سے تیرے حضور مرنا
یہ روز کر مبارک سُبحان من یرانی
سب کچھ تِری عطا ہے گھر سے تو کچھ نہ لائے
یہ روز کر مبارک سُبحان من یرانی
یہ میرے بار و بر ہیں تیرے غلام در ہیں
یہ روز کر مبارک سُبحان من یرانی
کر ان کی خود حفاظت ہو ان پہ تیری رحمت
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی
رُتبہ میں ہوں یہ برتر اور بخش تاج و افسر
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

شیطاں سے دور رکھیو اپنے حضور رکھیو
جاں پُر ز نور رکھیو دل پُر سرور رکھیو

انپر میں تیری قرباں رحمت ضرور رکھیو
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

میری دعائیں ساری کریو قبول باری
میں جاؤں تیری واری کر تو مدد ہماری

ہم تیرے در پہ آئے لیکر امید بھاری
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

لختِ جگر ہے میرا محمود بندہ تیرا
دے انکو عمر و دولت کر دور ہر اندھیرا

دن ہوں مرادوں والے پُر نور ہو سویرا
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

اسکے ہیں دو برادر انکو بھی رکھیو خوشتر
تیرا بشیر احمد تیرا شریف اصغر

کر فضل سب پہ یکسر رحمت سے کر معطر
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

یہ تینوں تیرے بندے رکھیو نہ انکو گندے
کر ان سے دور یارب دنیا کے سارے پھندے

چنگے رہیں ہمیشہ کریو نہ ان کو مندے
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

اے میرے دل کے پیارے اے مہرباں ہمارے
کر ان کے نام روشن جیسے کہ ہیں ستارے

یہ فضل کر کہ ہوویں نیکو گہر یہ سارے
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

اے میری جاں کے جانی اے شاہِ دو جہانی
کر ایسی مہربانی ان کا نہ ہووے ثانی

دے بختِ جاودانی اور فیضِ آسمانی
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

سُن میری پیاری باری میری دعائیں ساری
رحمت سے اِنکو رکھنا میں تیرے منہ کے واری

اپنی پناہ میں رکھیو سُنکر یہ میری زاری
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

اے واحدِ یگانہ اے خالقِ زمانہ
میری دعائیں سن لے اور عرضِ چاکرانہ
تیری سپرد تینوں دین کے قمر بنانا
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

فکروں سے دل حزیں ہے جاں درد سے قریں ہے
جو صبر کی تھی طاقت وہ مجھ میں اب نہیں ہے
ہر غم سے دور رکھنا تو ربِّ عالمیں ہے
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

اقبال کو بڑھانا اب فضل سے کے آنا
ہر رنج سے بچانا دکھ درد سے چھڑانا
خود میری کام کرنا یا رب نہ آزمانا
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

یہ تینوں تیرے چاکر ہوویں جہاں کے رہبر
یہ ہادیِ جہاں ہوں یہ ہوویں نور یکسر
یہ مرجعِ شہاں ہوں یہ ہوویں مہرِ انور
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

اہلِ وقار ہوویں۔ فخرِ دیار ہوویں
حق پر نثار ہوویں مولیٰ کے یار ہوویں
با برگ و بار ہوویں اک سے ہزار ہوویں
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

تو ہے جو پالتا ہے۔ ہر دم سنبھالتا ہے
غم سے نکالتا ہے دردوں کو ٹالتا ہے
کرتا ہے پاک دل کو حق دل میں ڈالتا ہے
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

تو نے سکھایا فرقاں جو ہے مدارِ ایماں
جس سے ملے ہے عرفاں اور دور ہووے شیطاں
یہ سب ہے تیرا احساں تجھ پر نثار ہو جاں
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

تیرا نبی جو آیا۔ اس نے خدا دکھایا
دینِ قویم لایا بدعات کو مٹایا!
حق کی طرف بلایا مل کر خدا ملایا
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

قربان تجھ پہ ساری جو ہیں مرے پیارے
دِل خوں ہی غم کے مارے کشتی لگا کنارے
اِس دِلمیں تیرا گھر ہے تیری طرف نظر ہے
تجھ پر مرا توکل در پہ ترے یہ سر ہے
جب تجھ سے دِل لگایا سو سو ہی غم اُٹھایا
پر شُکر اے خدایا جاں کھو کے تجھ کو پایا
دیکھا ہی تیرا مُنہ جب چمکا ہی ہم پہ کوکب
تیری کرم سے یارب میرا بر آیا مطلب
احباب سارے آئے تو نے یہ دِن دکھائے
یہ دِن چڑھا مبارک مقصود جسمیں پائے
مہماں جو کرکے اُلفت آئے بصد محبت
پر دِلکو پہنچے غم جب یاد آئے وقتِ رخصت
دُنیا بھی اک سرا ہی بچھڑیگا جو مِلا ہے
شکوہ کی کچھ نہیں جا یہ گھر ہی بے بقا ہی
اے دوستو پیارو عقبےٰ کو مت بسارو
دُنیا ہی جائے فانی دل سی اسے اُتارو

احساں ہیں تیری بھارے گِن گِن کے ہم تو ہارے
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی
تجھ سی ہوں میں مُنوّر میرا تو تُو قمر ہے
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی
تن خاک میں ملایا جاں پر وبال آیا!
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی
مقصود دِل گیا سب ہے جام اب لبالب
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی
تیری کرم نے پیارے یہ مہرباں بُلائے
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی
دِل کو ہوئی ہی فرحت اور جاں کو میری راحت
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی
گر سو برس رہا ہی- آخر کو پھر جُدا ہے
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی
کچھ زادِ راہ لے لو- کچھ کام میں گذارو
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

جی مت لگاؤ اِس سے دِل کو چھڑاؤ اِس سے
رغبت ہٹاؤ اس سے بس دُور جاؤ اس سے
یارو یہ اژدہا ہے جاں کو بچاؤ اس سے
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

قُرآں کتاب رحماں سکھلائے راہِ عرفاں
جو اسکے پڑھنے والے اُنپر خدا کی فیضاں
اُن پر خدا کی رحمت جو اُس پہ لائے ایماں
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

ہے چشمۂ ہدایت جس کو ہو یہ عنایت
یہ ہیں خدا کی باتیں انسے ملے ولایت
یہ نور دِل کو بخشے دلمیں کرے سرایت
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

قرآں کو یاد رکھنا پاک اعتقاد رکھنا
فکرِ معاد رکھنا پاس اپنے زاد رکھنا
اِکسیر ہے پیارے صِدق و سداد رکھنا
یہ روز کر مبارک سُبحان من یرانی

محمود کی آمین مطبوعہ ۷ جون ۱۸۹۷ء

خُدا تعالیٰ کا شکر اور دُعا بزبان حضرت اُم المومنین رض!

ہے عجب میرے خدا میرے پہ اِحساں تیرا
کس طرح شکر کروں اے مرے سلطاں تیرا

ایک ذرہ بھی نہیں تو نے کیا مجھ سے فرق
میرے اس جسم کا ہر ذرہ ہو قُرباں تیرا
سر سے پا تک ہیں الٰہی تیرے اِحساں مجھ پر
مجھ پہ برسا ہے سدا فضل کا باراں تیرا
تُو نے اس عاجزہ کو چار دیئے ہیں لڑکے
تیری بخشش ہے اور یہ فضل نمایاں تیرا

پہلا فرزند ہی محمود مبارک جو تھا
تُو نے ان چاروں کی پہلے سے بشارت دی تھی
تیرے احسانوں کا کیونکر ہو بیاں اے پیارے
تخت پر شاہی کے ہی مجھکو بٹھایا تو نے
کس زباں سے میں کروں شکر کہاں ہے وہ زباں
مجھ پہ وہ لطف کئے تو نے جو برتر زِ خیال
چُن لیا تو نے مجھے اپنے مسیحا کے لئے
رکھے دلمیں یہ ارادے تھی یہ تھی کس کو خبر
پر مرے پیارے یہی کام ترے ہوتے ہیں
فضل سے اپنے بچا مجھکو ہر اِک آفت سے
کوئی ضائع نہیں ہوتا جو ترا طالب ہے
آسماں پر سے فرشتے بھی مدد کرتے ہیں
جسنے دِل تجھ کو دِیا ہو گیا سب کچھ اُسکا
اِس جہاں میں ہی وہ جنت میں ہے بے ریب و گماں
میری اولاد کو تُو ایسی ہی کر دے پیارے
عمر دے رزق دے اور عافیت و صحت بھی

دونوں کے بیچ بشیر اور شریفاں تیرا
تُو وہ حاکم ہے کہ ٹلتا نہیں فرماں تیرا
مجھ پہ بے حد ہے کرم اے مرے جاناں تیرا
دین و دُنیا میں ہُوا مجھ پہ یہ احساں تیرا
کہ میں ناچیز ہوں اور رحم فراواں تیرا
ذات برتر ہے تری پاک ہے ایواں تیرا
سب سے پہلے یہ کرم ہے مرے جاناں تیرا
کون کہتا تھا کہ یہ بخت ہی رخشاں تیرا
ہے یہی فضل تری شان کے شایاں تیرا
صدق سے ہم نے لیا ہاتھ میں داماں تیرا
کوئی رُسوا نہیں ہوتا جو ہے جویاں تیرا
کوئی ہو جائے اگر بندۂ فرماں تیرا
سب ثنا کرتے ہیں جب ہووے ثناخواں تیرا
وُہ جو اک پختہ توکل سے ہے مہماں تیرا
دیکھ لیں آنکھ سے وہ چہرہ نمایاں تیرا
سب سے بڑھکر یہ کہ پا جائیں وہ عرفاں تیرا

اب بھی مجھے زندگی میں انکی مصیبت نہ دکھا | بخش دے میرے گناہ اور جو عصیاں تیرا
اس جہاں کے نہ بنیں کیڑے یہ کر فضل ان پر | ہر کوئی ان میں سے کہلائے مسلماں تیرا
غیر ممکن ہے کہ تدبیر سے پاؤں یہ مُراد | بات جب بنتی ہے جب سارا ہو ساماں تیرا
بادشاہی ہے تری ارض و سما دونوں میں | حکم چلتا ہے ہر اک ذرہ پہ ہر آں تیرا
میرے پیارے مجھے ہر درد و مصیبت سے بچا | تُو ہے غفار یہی کہتا ہے قرآں تیرا
صبر جو پہلے تھا اب مجھ میں نہیں ہے پیارے | دُکھ سے اب مجھکو بچا نام ہے رحماں تیرا

ہر مصیبت سے بچالے میرے آقا ہر دم!
حکم تیرا ہے زمیں تیری ہے دَوراں تیرا

الحکم ۲ نومبر ۱۹۰۰ء

اولاد کے حق میں دُعائیں اور پیشگوئیاں

بشیر احمدؐ، شریف احمدؐ، اور مُبارکہؓ کی آمین۔ مطبوعہ ۱۹۰۱ء

خدایا اے میرے پیارے خدایا
یہ کیسے ہیں تیرے مجھ پر عطایا

کہ تو نے پھر مجھے یہ دن دکھایا | کہ بیٹا دوسرا بھی پڑھ کے آیا
بشیر احمدؐ جسے تُو نے پڑھایا | شفا دی آنکھ کو بینا بنایا

شریف احمد کو بھی یہ پھل کھلایا — کہ اس کو تو نے خود فرقاں سکھایا
یہ چھوٹی عمر پر جب آزمایا — کلامِ حق کو ہے فرفر سنایا
برس میں ساتویں جب پیر آیا — تو سر پر تاج قرآں کا سجایا
ترے احساں ہیں اے ربّ البرایا — مبارک کو بھی تو نے پھر جلایا
جب اپنے پاس اک لڑکا بلایا — تو دے کر چار جلدی سے ہنسایا
غموں کا ایک دن اور چار شادی — فسبحان الذی اخزی الاعادی

اور ان کے ساتھ کی ہے ایک دختر — ہے کچھ کم پانچ کی وہ نیک اختر
کلام اللہ کو پڑھتی ہے فرفر — خدا کا فضل اور رحمت سراسر
ہوا اک خواب میں مجھ پہ یہ اظہر — کہ اس کو بھی ملے گا بخت برتر
لقب عزت کا پاوے وہ مقرر — یہی روزِ ازل سے ہے مقدر
خدا نے چار لڑکے اور یہ دختر — عطا کی پس یہ احساں ہے سراسر
یہ کیا احساں ترا ہے بندہ پرور — کروں کس منہ سے شکر اے میرے داور
اگر ہر بال ہو جائے سخن ور — تو پھر بھی شکر ہے امکاں سے باہر
کریا دور کر تو ان سے ہر شر — رہیما نیک کر اور پھر معمّر
پڑھایا جس نے اس پر بھی کرم کر — جزا دے دین اور دنیا میں بہتر
یہ تعلیم اک تو نے بنا دی — فسبحان الذی اخزی الاعادی

دیئے ہیں تو نے مجھ کو چار فرزند
بنا اِن کو نیکو کار و خِرد مند
ہدایت کر انہیں میرے خداوند
تو خود کر پرورش ای میرے اخوند
یہ سب تیرا کرم ہے میرے ہادی

اگرچہ مجھ کو بس تجھ سے ہے پیوند
اکرم سے اِن پہ کر راہِ بدی بند
کہ بے توفیق کام آوے نہ کچھ پند
وہ تیرے ہیں ہماری عُمر تا چند
فسبحان الّذی اخزی الاعادی

مرے مولیٰ مری یہ اِک دُعا ہے
وہ دے مجھکو جو اس دل میں بھرا ہے
مری اولاد جو تیری عطا ہے
تری قدرت کے آگے روک کیا ہے
عجب محسن ہے تو بحر الایادی

تری درگاہ میں عجز و بُکا ہے
زباں چلتی نہیں شرم و حیا ہے
ہر اِک کو دیکھ لوں وہ پارسا ہے
وہ سب دے ان کو جو مجھکو دیا ہے
فسبحان الّذی اخزی الاعادی

نجات اِن کو عطا کر گندگی سے
رہیں خوشحال اور فرخندگی سے
وہ ہوں میری طرح دیں کے منادی

برات ان کو عطا کر بندگی سے
بچانا اے خدا بد زندگی سے
فسبحان الّذی اخزی الاعادی

عیاں کر اِن کی پیشانی پہ اقبال
بچانا ان کو ہر غم سے بہر حال
یہی اُمید ہے دِل نے بنا دی

نہ آوے ان کے گھر تک رعبِ دجّال
نہ ہوں وہ دُکھ میں اور رنجوں میں پامال
فسبحان الّذی اخزی الاعادی

دعا کرتا ہوں اے میرے یگانہ
نہ آوے ان پہ رنجوں کا زمانہ
نہ چھوڑیں وہ ترا یہ آستانہ
مرے مولیٰ انہیں ہر دم بچانا
یہی امید ہے اے میرے ہادی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

نہ دیکھیں وہ زمانہ بے کسی کا
مصیبت کا الم کا بے بسی کا
یہ ہوں میں دیکھ لوں تقویٰ سبھی کا
جب آوے وقت میری واپسی کا
بشارت تو نے پہلے سے سنا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

ہمیں اس یار سے تقویٰ عطا ہے
نہ ہم سے ہے کہ احسان خدا ہے
کرو کوشش اگر صدق و صفا ہے
کہ یہ حاصل ہو جو شرط لقا ہے
یہی آئینۂ خالق نما ہے
یہی اک جوہر سیف دعا ہے
ہر اک نیکی کی جڑ یہ اتقا ہے
اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے
یہی اک فخر شان اولیا ہے
بجز تقویٰ زیادت ان میں کیا ہے
ڈرو یارو کہ وہ بینا خدا ہے
اگر سوچو یہی دار الجزا ہے
ہمیں تقویٰ سے اس نے یہ جزا دی
(الہامی) فسبحان الذی اخزی الاعادی

عجب گوہر ہے جس کا نام تقویٰ
مبارک وہ ہے جس کا کام تقویٰ
سنو ہے حاصل اسلام تقویٰ
خدا کا عشق مے اور جام تقویٰ
مسلمانو بناؤ تام تقوےٰ
کہاں ایماں اگر ہے خام تقوےٰ

یہ دولت تو نے مجھ کو اے خدا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

خدایا تیرے فضلوں کو کروں یاد
بشارت تو نے دی اور پھر یہ اولاد
کہا ہرگز نہیں ہونگے یہ برباد
بڑھینگے جیسے باغوں میں ہوں شمشاد
خبر مجھ کو یہ تو نے بارہا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

میری اولاد سب تیری عطا ہے
ہر اک تیری بشارت سے ہوا ہے
یہ پانچوں جو کہ نسلِ سیّدہ ہے
یہی ہیں پنج تن جن پر بنا ہے
یہ تیرا فضل ہے اے میرے ہادی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

دیئے تو نے مجھے یہ مہر و مہتاب
یہ سب ہیں میرے پیارے تیرے اسباب
دکھایا تو نے وہ اے ربِّ ارباب
کہ کم ایسا دکھا سکتا کوئی خواب
یہ تیرا فضل ہے اے میرے ہادی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

میں کیونکر گن سکوں تیرے یہ انعام
کہاں ممکن تیرے فضلوں کا ارقام
ہر اک نعمت سے تو نے بھر دیا جام
ہر اک دشمن کیا مردود و ناکام
یہ تیرا فضل ہے اے میرے ہادی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

بشارت دی کہ اک بیٹا ہے تیرا
جو ہوگا ایک دن محبوب میرا
کروں گا دور اس مہ سے اندھیرا
دکھاؤں گا کہ اک عالم کو پھیرا
بشارت کیا ہے اک دل کی غذا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

مری ہر بات کو تو نے جلا دی | مری ہر روک بھی تو نے اُٹھا دی
مری ہر پیشگوئی خود بنا دی | تری نسلاً بعیداً ابھی دکھا دی
جو دی ہے مجھکو وہ کس کو عطا دی | فسبحان الذی اخزی الاعادی

بہار آئی ہے اب وقتِ خزاں میں | لگے ہیں پھول میرے بوستاں میں
ملاحت ہے عجب اس داستاں میں | ہوئے بدنام ہم اس سے جہاں میں
عدو جب بڑھ گیا شور و فغاں میں | نہاں ہم ہوگئے یارِ نہاں میں
ہوا مجھ پہ وہ ظاہر میرا ہادی | فسبحان الذی اخزی الاعادی

کروں کیونکر ادا میں شکرِ باری | فدا ہو اس کی رہ میں عمر ساری
مرے سر پر ہے منت اسکی بھاری | چلی اس ہاتھ سے کشتی ہماری
مری بگڑی ہوئی اُس نے بنا دی | فسبحان الذی اخزی الاعادی

تجھے حمد و ثنا زیبا ہے پیارے | کہ تو نے کام سب میرے سنوارے
ترے احساں مرے سر پر ہیں بھارے | چمکتے ہیں وہ سب جیسے ستارے
گڑھے میں تو نے سب دشمن اُتارے | ہمارے کر دیئے اونچے منارے
مقابل میں مرے یہ لوگ ہارے | کہاں مرتے تھے پر تو نے ہی مارے
شریروں پر پڑے اُنکے شرارے | نہ ان سے رک سکے مقصد ہمارے
انہیں ماتم ہماری گھر میں شادی | فسبحان الذی اخزی الاعادی!

تری رحمت ہے میرے گھر کا شہتیر
مری جاں تیرے فضلوں کی پنہ گیر
حریفوں کو لگے ہر سمت سے تیر
گرفتار آ گئے جیسے کہ نخچیر
ہُوا آخر وہی جو تیری تقدیر
بھلا چلتی ہے تیرے آگے تدبیر؟
خدا نے ان کی عظمت سب اُڑا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

مری اُس نے ہر اک عزت بنا دی
مخالف کی ہر اک شیخی مٹا دی
مجھے ہر قسم سے اُس نے عطا دی
سعادت دی ارادت دی وفا دی
ہر اک آزار سے مجھ کو شفا دی
مرض گھٹتا گیا جُوں جُوں دوا دی
محبت غیر کی دِل سے ہٹا دی
خدا جانے کہ دِل کو کیا سُنا دی
دوا دی اور غذا دی اور قبا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

مجھے کب خواب میں بھی تھی یہ امید
کہ ہوگا میرے پر یہ فضل جاوید
ملی یوسف کی عزت یکبیک بے قید
نہ ہو تیرے کرم سے کوئی نومید
مُراد آئی گئی سب نامُرادی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

تری رحمت عجب ہے اے مرے یار
ترے فضلوں سے میرا گھر ہے گلزار
غریقوں کو کرے اِک دم میں تو پار
جو ہو نومید تجھ سے وہ ہے مُردار
وہ ہو آوارہ ہر دشت و وادی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

ہوئے ہم تیرے اے قادر توانا
ترے در کے ہوئے اور تجھ کو مانا

ہمیں بس ہے تری درگہ پہ آنا   مصیبت سے ہمیں ہر دم بچانا
کہ تیرا نام ہے غفار و ہادی   فسبحان الذی اخزی الاعادی

تجھے دنیا میں کس نے ہے پکارا   کہ پھر خالی گیا قسمت کا مارا
تو پھر ہے کس قدر اُس کو سہارا   کہ جس کا تو ہی ہے سب سے پیارا
ہوا میں تیرے فضلوں کا منادی   فسبحان الذی اخزی الاعادی

میں کیونکر گن سکوں تیری عنایات   ترے فضلوں سے پُر ہیں میری ذرات
مری خاطر دکھائیں تو نے آیات   ترحم سے مری سُن لی ہر اِک بات
کرم سے تیرے دشمن ہو گئے مات   عطا کیں تو نے سب میری مُرادات
پڑا پیچھے مرے جو غولِ بدذات   پڑی آخر خود اُس موذی پہ آفات
ہوا انجام سب کا نامُرادی   فسبحان الذی اخزی الاعادی

بنائی تو نے پیارے میری ہر بات   دکھائے تو نے احساں اپنے دن رات
ہر اِک میداں میں دیں تو نے فتوحات   بداندیشوں کو تو نے کر دیا مات
ہر اِک بگڑی ہوئی تو نے بنا دی   فسبحان الذی اخزی الاعادی!

تری نصرت سے اب دُشمن تبہ ہے   ہر اِک جا میں ہمارا تو پنہ ہے
ہر اِک بدخواہ اب کیوں رُوسیہ ہے   کہ وہ مثلِ خسوفِ مہر و مہ ہے
سیاہی چاند کی مُنہ نے دِکھا دی   فسبحان الذی اخزی الاعادی!

ترے فضلوں سے جاں بستاں سرا ہے
اگر اندھوں کو انکار و ابی ہے
کہیں جو کچھ کہیں سر پر خدا ہے
بدی کا پھل بدی اور نامرادی

ترے نور دل سے دل شمس الضحیٰ ہے
وہ کیا جانے کہ اس سینہ میں کیا ہے
پھر آخر ایک دن یہ دن جزا ہے
فسبحان الذی اخزی الاعادی

تجھے سب زور و قدرت ہے خدایا
ہر اک عاشق نے ہے اک بُت بنایا
وہی آرام جاں اور دل کو بھایا
ہوا ظاہر وہ مجھ پر بالأیادی

تجھے پایا ہر اک مطلب کو پایا
ہمارے دل میں یہ دلبر سمایا
وہی جس کو کہیں ربّ البرایا
فسبحان الذی اخزی الاعادی

مجھے اُس یار سے پیوند جاں ہے
بیاں اس کا کروں طاقت کہاں ہے
یہ کیا احساں ترے ہیں میرے ہادی

وہی جنت وہی دارالاماں ہے
محبت کا تو اک دریا رواں ہے
فسبحان الذی اخزی الاعادی

تری رحمت کی کچھ قلت نہیں ہے
شمار فضل اور رحمت نہیں ہے
یہ کیا احساں ہیں تیرے میرے ہادی
ترے کوچہ میں کن راہوں سے آؤں
محبت ہے کہ جس سے کھینچا جاؤں

تہی اس سے کوئی ساعت نہیں ہے
مجھے اب شکر کی طاقت نہیں ہے
فسبحان الذی اخزی الاعادی
وہ خدمت کیا ہے جس سے تجھ کو پاؤں
خدائی ہے خودی جس سے جلاؤں

محبت چیز کیا کس کو بتاؤں
وفا کیا راز ہے کس کو سناؤں
میں اس آندھی کو اب کیونکر چھپاؤں
یہی بہتر کہ خاک اپنی اُڑاؤں
کہاں ہم اور کہاں دنیائے مادی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

کوئی اُس پاک سے جو دل لگاوے
کرے پاک آپ کو تب اُس کو پاوے
جو مرتا ہے وہی زندوں میں جاوے
جو جلتا ہے وہی مُردے جلاوے
ثمر ہے دُور کا کب غیر کھاوے
چلو اوپر کو وہ نیچے نہ آوے
نہاں اندر نہاں ہے کون لاوے
غریقِ عشق وہ موتی اُٹھاوے
مجھے تو نے یہ دولت اے خدا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

کہاں تک حرص و شوقِ مالِ فانی
اُٹھو ڈھونڈو متاعِ آسمانی
کہاں تک جوشِ آمال و امانی
یہ سو سو چھید ہیں تم میں نہانی
تو پھر کیونکر ملے وہ یارِ جانی
کہاں غربال میں رہتا ہے پانی
کرو کچھ فکرِ مُلکِ جاودانی
یہ مُلک و مال ہے جھوٹی کہانی
بسر کرتے ہو غفلت میں جوانی
مگر دل میں یہی ہے تم نے ٹھانی
خدا کی ایک بھی تم نے نہ مانی
ذرا سوچو یہی ہے زندگانی
خدا نے اپنی رہ مجھ کو بتا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

کرو توبہ کہ تا ہو جائے رحمت
دکھاؤ جلد تر صدق و انابت!

کھڑی ہے سر پہ ایسی ایک ساعت ۔ کہ یاد آجائے گی جس سے قیامت
مجھے یہ بات مولیٰ نے بتادی ۔ فسبحان الذی اخزی الاعادی

مسلمانوں پہ تب ادبار آیا ۔ کہ جب تعلیم قرآں کو بھلایا
رسولِ حق کو مٹی میں سُلایا ۔ مسیحا کو فلک پر ہے بٹھایا
یہ توہیں کرکے پھل ویسا ہی پایا ۔ اہانت نے انہیں کیا کیا دکھایا
خدا نے پھر تمہیں اب ہے بُلایا ۔ کہ سوچو عزتِ خیر البرایا
ہمیں یہ رہ خدا نے خود دکھادی ۔ فسبحان الذی اخزی الاعادی

کوئی مُردوں میں کیونکر راہ پاوے ۔ مرے تب بیگماں مُردو نہیں جاوے
خدا عیسیٰ کو کیوں مُردوں میں لاوے ۔ وہ خود کیوں مہرِ ختمیت مٹاوے
کہاں آیا کوئی تا وہ بھی آوے ۔ کوئی اک نام ہی ہم کو بتاوے
تمہیں کس نے یہ تعلیمِ خطا دی ۔ فسبحان الذی اخزی الاعادی

وہ آیا منتظر تھے جس کے دِن رات ۔ مُعمہ کھل گیا روشن ہوئی بات
دکھائیں آسماں نے ساری آیات ۔ زمیں نے وقت کی دیدیں شہادات
پھر اس کے بعد کون آئیگا ہیہات ۔ خدا سے کچھ ڈرو چھوڑو معادات
خدا نے اِک جہاں کو یہ سُنادی ۔ فسبحان الذی اخزی الاعادی

مسیحِ وقت اب دنیا میں آیا ۔ خدا نے عہد کا دِن ہے دکھایا

مبارک وہ جو اب ایمان لایا — صحابہؓ سے ملا جب مجھکو پایا
وہی مے اُن کو ساقی نے پلادی — فسبحان الذی اخزی الاعادی

خدا کا ہم پہ بس لطف و کرم ہے — وہ نعمت کون سی ہے باقی جو کم ہے
زمینِ قادیاں اب محترم ہے — ہجومِ خلق سے ارضِ حرم ہے
ظہورِ عون و نصرت دمبدم ہے — حسد سے دشمنوں کی پُشت خم ہے
سنو اب وقتِ توحیدِ اتم ہے — ستم اب مائلِ ملکِ عدم ہے

خدا نے روک ظلمت کی اُٹھا دی!
فسبحان الذی اخزی الاعادی!

باطنی پاکیزگی!

یارو خودی سے باز بھی آؤ گے یا نہیں؟ — خو اپنی پاک صاف بناؤ گے یا نہیں؟
باطل سے میل دل کی ہٹاؤ گے یا نہیں؟ — حق کی طرف رجوع بھی لاؤ گے یا نہیں؟
کب تک رہو گے ضد و تعصب میں ڈوبتے — آخر قدم بصدق اُٹھاؤ گے یا نہیں؟
کیونکر کرو گے رد جو محقق ہے ایک بات — کچھ ہوش کر کے عذر سناؤ گے یا نہیں؟
سچ سچ کہو اگر نہ بنا تم سے کچھ جواب — پھر بھی یہ منہ جہاں کو دکھاؤ گے یا نہیں؟

ویدوںؔ کا انجام

اُن کو سودا ہُوا ہے ویدوں کا
اُن کا دِل مُبتلاء ہے ویدوں کا

آریو اس قدر کرو کیوں جوش
کیا منظر آگیا ہے ویدوں کا

نہ کیا ہے نہ کر سکے پیدا
سوچ! یہہ خلا ہے ویدوں کا

عقل رکھتے ہو آپ بھی سوچو!
کیوں بھروسہ لیا ہے ویدوں کا

بے خدا کوئی چیز کیونکر ہو
یہ سراسر خطا ہے ویدوں کا

ناستک مت کے وید ہیں حامی
بس یہی مُدعا ہے ویدوں کا

ایسے مذہب کبھی نہیں چلتے!
کال سر پر کھڑا ہے ویدوں کا

کرم چند آزاد
۱۲/۹/۸۱ء

نسیمِ دعوت

نام اِس کا نسیمِ دعوت ہے
آریوں کے لئے یہ رحمت ہے

دلِ بیمار کا یہہ درماں ہے
طالبوں کا یہہ یارِ خلوت ہے

کُفر کے زہر کو یہ ہے تریاق
ہر ورق اِس کا جامِ صحت ہے

غور کر کے اسے پڑھو پیارو
یہ خدا کے لئے نصیحت ہے

خاکساری سے ہم نے لکھا ہے
نہ تو سختی نہ کوئی شدت ہے

قوم سے مت ڈرو خدا سے ڈرو
آخر اس کی طرف ہی رحلت ہے

سخت دل کیسے ہو گئے ہیں لوگ
گو یہ طاعون ہے پھر بھی غفلت ہے

ایک دُنیا ہے مر چکی اب تک
پھر بھی تو یہ نہیں یہ حالت ہے

آریوں کی افسوسناک حالت کا نقشہ

آریوں پر ہے صد ہزار افسوس
دِل میں آتا ہے بار بار افسوس

ہو گئے حق کے سخت نافرماں
کر دیا دیں کو قوم پر قرباں

وہ نشاں جن کی روشنی سے جہاں
ہو کے بیدار ہو گیا لرزاں

اُن نشانوں سے ہیں یہ اِنکاری
پر کہاں تک چلے گی طرّاری

ان کے باطن میں اِک اندھیرا ہے
کین و نخوت نے آ کے گھیرا ہے

لڑ رہے ہیں خدائے یکتا سے
باز آتے نہیں ہیں غوغا سے

قوم کے خوف سے وہ مرتے ہیں
سو نشاں دیکھیں کب وہ ڈرتے ہیں

موت لیکھو بڑی کرامت ہے
پر سمجھتے نہیں یہ شامت ہے

میرے مالک تو اِن کو خود سمجھا
آسماں سے پھر اِک نشاں دکھلا

(قادیان کے آریہ ہم ۔ صفحہ ۵۔ ۱۹۰۷ء)

تبلیغ کا حق

کیسے کافر ہیں مانتے ہی نہیں
ہم نے سو سو طرح سے سمجھایا

اِس غرض سے کہ زندہ یہ ہو ویں
ہم نے مرنا بھی دل میں ٹھہرایا

بھر گیا باغ اب تو پھولوں سے
آؤ بُلبُل چلیں کہ وقت آیا

(رسالہ تشحیذ ۔ دسمبر ۱۹۰۹ء)

دردمندانہ صدا

کیوں نہیں لوگو تمہیں حق کا خیال
دِل میں اُٹھتا ہے مرے سو سو اُبال

اس قدر کین و تعصب بڑھ گیا
جس سے کچھ ایماں جو تھا وہ سڑ گیا

کیا یہی تقویٰ یہی اسلام تھا
جس کے باعث سے تمہارا نام تھا

(حقیقۃ الوحی ۔ صفحہ ۱۱۵ ۔ ۱۹۰۷ء)

تکبّر کی مذمّت

الٰہی بخش کے کیسے تھے یہ تیر
کہ آخر ہو گیا اُن کا وہ نخچیر

اُسی پر اُس کی لعنت کی پڑی مار | کوئی ہم کو تو سمجھاوے یہ اسرار
تکبّر سے نہیں ملتا وہ دلدار | ملے جو خاک سے اُس کو ملے یار
کوئی اس پاک سے جو دل لگاوے | کرے پاک آپ کو تب اُسکو پاوے
پسند آتی ہے اُس کو خاکساری | تذلّل ہے رہِ درگاہِ باری
عجب ناداں ہے وہ مغرور و گمراہ | کہ اپنے نفس کو چھوڑا ہے بدراہ

بدی پر غیر کی ہر دم نظر ہے
مگر اپنی بدی سے بے خبر ہے

تتمّہ حقیقۃ الوحی ص ۱۱۵
۱۹۰۷

وفات صاحبزادہ مرزا مبارک احمدؒ!

جگر کا ٹکڑا مبارک احمد جو پاک شکل اور پاک خو تھا
وہ آج ہم سے جدا ہوا ہے ہمارے دل کو حزیں بنا کر
کہا کہ آئی ہے نیند مجھ کو یہی تھا آخر کا قول لیکن

کچھ ایسے سوئے کہ پھر نہ جاگے تھکے بھی ہم پھر جگا جگا کر
برس تھے آٹھ اور کچھ مہینے کہ جب خدا نے اُسے بُلایا
بُلانیوالا ہے سب سے پیارا اُسی پہ اے دِل تو جاں فِدا کر
(لوح مزار مرزا مبارک احمدؐ نوشتہ ماہ ستمبر ۱۹۰۷ء)

قرآن کریم کی زندہ کلام ہونے اور اپنے دعاوی صداقت پر

ہے شکر ربّ عزّ و جل خارج از بیاں!
جس کے کلام سے ہمیں اُسکا ملا نشاں!
وہ روشنی جو پاتے ہیں ہم اِس کتاب میں ⁂ ہوگی نہیں کبھی وہ ہزار آفتاب میں

حاشیہ صلا ؎ :- یہ میں جو غلام احمدؐ خدا کا مسیح موعود ہوں مبارک احمدؐ جس کا اُوپر ذکر ہے۔ میرا لڑکا تھا۔ وہ بتاریخ ۷ رشعبان ۱۳۲۵ھ مطابق ۱۶ ستمبر ۱۹۰۷ء بروز دوشنبہ بوقت نماز صبح وفات پاکر الہامی پیشگوئی کے موافق خدا کو جا ملا۔ کیونکہ خدا نے میری زبان پر اسکی نسبت فرمایا تھا۔ کہ وہ خدا کے ہاتھ سے دنیا میں آیا ہے۔ اور چھوٹی عمر میں خدا کی طرف واپس جائے گا ⁂ منہ

اس سے ہمارا پاک دل و سینہ ہو گیا　　وہ اپنے مُنہ کا آپ ہی آئینہ ہو گیا

اس نے درختِ دلکو معارف کا پھل دیا　　ہر سینہ شک سے دھو دیا ہر دل بدل دیا

اس سے خدا کا چہرہ نمودار ہو گیا　　شیطاں کا مکر و وسوسہ بیکار ہو گیا

وہ رہ جو ذاتِ عزّ و جل کو دکھاتی ہے　　وہ رہ جو دِل کو پاک و مطہّر بناتی ہے

وہ رہ جو یارِ گم شدہ کو کھینچ لاتی ہے　　وہ رہ جو جام پاک یقیں کا پلاتی ہے

وہ رہ جو اسکے ہونے پہ محکم دلیل ہے　　وہ رہ جو اسکے پانیکی کامل سبیل ہے

اس نے ہر ایک کو وہی رستہ بتا دیا　　جتنے شکوک و شبہ تھے سب کو مٹا دیا

افسردگی جو سینوں میں تھی دور ہو گئی　　ظلمت جو تھی دلوں میں وہ سب نور ہو گئی

جو دور تھا خزاں کا وہ بدلا بہار سے　　چلنے لگی نسیم عنایاتِ یار سے

جاڑے کی رُت ظہور سے اسکے پلٹ گئی　　عشقِ خدا کی آگ ہر اک دل میں اٹ گئی

جتنے درخت زندہ تھے وہ سب ہوئے ہرے　　پھل اسقدر پڑا کہ وہ میووں سے لد گئے

موجونسے اسکی پردے وساوس کے پھٹ گئے　　جو کفر اور فسق کے ٹیلے تھے کٹ گئے

قرآں خدا نما ہے خدا کا کلام ہے　　بے اس کے معرفت کا چمن ناتمام ہے

جو لوگ شک کی سردیوں سے تھرتھراتے ہیں　　اس آفتاب سے وہ عجب دھوپ پاتے ہیں

دنیا میں جس قدر ہے مذاہب کا شور و شر　　سب قصہ گو ہیں نور نہیں ایک ذرہ بھر

پر یہ کلام نورِ خدا کو دکھاتا ہے　　اسکی طرف نشانوں کے جلوہ سے لاتا ہے

جس دین کا صرف قصّوں پہ سارا مدار ہے — وہ دین نہیں ہے ایک فسانہ گذار ہے
سچ پوچھئے تو قصّوں کا کیا اعتبار ہے — قصّوں میں جھوٹ اور خطا بے شمار ہے
ہے دین وہی کہ صرف وہ اِک قصّہ گو نہیں — زندہ نشانوں سے ہے دکھاتا رہِ یقیں
ہے دین وہی کہ جس کا خدا آپ ہو عیاں — خود اپنی قدرتوں سے دِکھاوے کہ ہے کہاں
جو معجزات سنتے ہو قصّوں کی رنگ ہیں — انکو تو پیش کرتے ہیں سب بحث و جنگ میں
جتنے ہیں فرقے سب کا یہی کاروبار ہے — قصّوں میں معجزوں کا بیاں بار بار ہے
پر اپنے دین کا کچھ بھی دِکھاتے نہیں نشاں — گویا وہ ربِّ ارض و سما اب ہے ناتواں
گویا اسے یہیں طاقت و قدرت نہیں رہی — وہ سلطنت وہ زور وہ شوکت نہیں رہی
یا یہ کہ اب خدا میں وہ رحمت نہیں رہی — نیّت بدل گئی ہے وہ شفقت نہیں رہی
ایسا گماں خطا ہے کہ وہ ذات پاک ہے — ایسے گماں کی نوبت آخر ہلاک ہے۔
سچ ہے یہی کہ ایسے مذاہب ہی مر گئے — اب ان میں کچھ نہیں ہے کہ جاں سی گذر گئے۔
پابند ایسے دینوں کے دنیا پرست ہیں — غافل ہیں ذوقِ یار سے دُنیا میں مست ہیں
مقصود اُن کا جینے سے دنیا کمانا ہے — مومن نہیں ہیں وہ کہ قدم فاسقانہ ہے
تم دیکھتے ہو کیسے دلوں پر ہیں انکے زنگ — دُنیا ہی ہو گئی ہے غرض دیں سے آئے تنگ
وہ دین ہی چیز کیا ہے کہ جو رہ نما نہیں — ایسا خدا ہے اس کا کہ گویا خدا نہیں
پھر اُس سے سیدھی راہ کی عظمت ہی کیا رہی — اور خاص وجہ صفوتِ ملّت ہی کیا رہی

نورِ خدا کی اُس میں علامت ہی کیا رہی
لوگو سنو! کہ زندہ خدا وہ خدا نہیں
مُردہ پرست ہیں وہ جو قصہ پرست ہیں
بن دیکھے دلکو دوستو پڑتی نہیں ہے کل
کچھ کم نہیں یہودیوں میں یہہ کہانیاں
ہر دم نشانِ تازہ کا محتاج ہے بشر
کیونکر ملے فسانوں سے وہ دلبرِ ازل
قصوں کا یہ اثر ہے کہ دل پُر فساد ہے
دنیا کی حرص و آز میں یہ دِل ہیں مر گئے
اے سونیوالو جاگو کہ وقتِ بہار ہے
کیا زندگی کا ذوق اگر وہ نہیں ملا
اُس رُخ کو دیکھنا ہی تو ہے اصل مُدعا
اے حُبِّ جاہ والو! یہ رہنے کی جا نہیں
دیکھو تو جاکے اُن کے مقابر کو اک نظر
اِکدن وہی مقام تمہارا مقام ہے
اِکدن تمہارا لوگ جنازہ اُٹھائیں گے

توحید خشک رہ گئی نعمت ہی کیا رہی
جس میں ہمیشہ عادتِ قدرت نما نہیں
پس اسلیئے وہ موردِ ذلّ و ننگ ہیں
قصوں سے کیسے پاک ہو نفسِ پُر خلل
پر دیکھو کیسے ہو گئے شیطاں سے ہم عناں
قصوں کے معجزات کا ہوتا ہے کیا اثر؟
گر اک نشاں ہو ملتا ہی سب زندگی کا پھل
ایماں زباں پہ سینہ میں حق سے عناد ہے
غفلت میں ساری عمر بسر اپنی کر گئے
اب دیکھو آگئے در پہ ہمارے وہ یار ہے
لعنت ہے ایسے جینے پہ گر اس سے ہیں جُدا
جنت بھی ہے یہی کہ ملے یارِ آشنا
اسمیں تو پہلے لوگوں سے کوئی رہا نہیں
سوچو کہ اب سلف ہیں تمہارے گئے کدھر
اِکدن یہ صبحِ زندگی کی تمیہ شام ہے
پھر دفن کرکے گھر میں تأسف سے آئینگے۔

اے لوگو! عیش دنیا کو ہرگز وفا نہیں / کیا تم کو خوفِ مرگ و خیالِ فنا نہیں

سوچو کہ باپ دادے تمہارے کدھر گئے / کس نے بُلا لیا وہ سبھی کیوں گذر گئے

وہ دن بھی ایکدن تمہیں یارو نصیب ہے / خوش مت رہو کہ کوچ کی نوبت قریب ہے

ڈھونڈو وہ راہ جس سے دل و سینہ پاک ہو / نفسِ دُنی خدا کی اطاعت میں خاک ہو

ملتی نہیں عزیزو فقط قصّوں سے یہ راہ / وہ روشنی نشانوں سے آتی ہے گہ بگاہ

وہ لغو دیں ہے جسمیں فقط قصّہ جات ہیں / اُنسے رہیں الگ جو سعید الصّفات ہیں

صد حیف اِس زمانہ میں قصّوں پہ ہے مدار / قصّوں پہ سارا دیں کی سچائی کا انحصار

پر نقد معجزات کا کچھ بھی نشاں نہیں / پس یہ خدائے قصّہ خدائے جہاں نہیں

دنیا کو ایسے قصّوں نے یکسر تبہ کیا / مشرک بنا کے کفر دیا رُو سیہ کیا

جس کو تلاش ہے کہ ملے اُس کو کردگار / اس کیلئے حرام جو قصّوں پہ ہو نثار

اسکا تو فرض ہے کہ وہ ڈھونڈے خدا کا نور / تا ہووے شک و شبہ سبھی اُسکے دل کا دُور

تا اُس کے دل پہ نورِ یقیں کا نزول ہو / تا وہ جنابِ عزّ و جل میں قبول ہو

قصّوں سے پاک ہونا کبھی کیا مجال ہے / سچ جانو یہ طریق سراسر محال ہے

قصّوں سے کب نجات ملے ہے گناہ سے / ممکن نہیں وصالِ خدا ایسی راہ سے

مُردہ سے کب اُمید کہ وہ زندہ کر سکے / اُس سے تو خود محال کہ رہ بھی گذر سکے

وہ رہ جو ذاتِ عزّ و جل کو دکھاتی ہے / وہ رہ جو دلکو پاک و مطہر بناتی ہے

وہ رہ جو یارِ گم شدہ کو ڈھونڈھ لاتی ہے
وہ رہ جو جامِ پاک یقیں کا پلاتی ہے

وہ تازہ قدرتیں جو خدا پر دلیل ہیں
وہ زندہ طاقتیں جو یقیں کی سبیل ہیں

ظاہر ہے یہ کہ قصوں میں ان کا اثر نہیں
افسانہ گو کو راہِ خدا کی خبر نہیں

اُس بے نشاں کی چہرہ نمائی نشاں سے ہے
سچ ہے کہ سب ثبوتِ خدائی نشاں سے ہے

کوئی بتلائے ہمکو کہ غیروں میں یہ کہاں
قصوں کی چاشنی میں حلاوت کا کیا نشاں

یہ ایسے مذہبوں میں کہاں ہے دکھلائیے
ورنہ گزافِ قصوں پہ ہرگز نہ جائیے

جب سے کہ قصے ہو گئے مقصود راہ میں
آگے قدم ہے قوم کا ہر دم گناہ میں

تم دیکھتے ہو قوم میں عفّت نہیں رہی
وہ صدق وہ صفا وہ طہارت نہیں رہی

مومن کے جو نشاں ہیں وہ حالت نہیں رہی
اس یارِ بے نشاں کی محبت نہیں رہی

اِک سیل چل رہا ہے گناہوں کا زور سے
سُنتے نہیں ہیں کچھ بھی معاصی کے شور سے

کیوں بڑھ گئے زمیں پہ بُرے کام اسقدر
کیوں ہو گئے عزیزو یہ سب لوگ کور و کر

کیوں اب تمہارے دلمیں وہ صدق و صفا نہیں
کیوں اسقدر ہے فسق کہ خوف و حیا نہیں

کیوں زندگی کی چال سبھی فاسقانہ ہے
کچھ اِک نظر کرو کہ یہ کیسا زمانہ ہے

اس کا سبب یہی ہے کہ غفلت ہی چھا گئی
دنیائے دوں کی دل میں محبت سما گئی

تقویٰ کے جامے جتنے تھے سب چاک ہو گئے
جتنے خیال دلمیں تھے سب ناپاک ہو گئے

ہر دم کے خبثِ فسق سے دلپر پڑے حجاب
آنکھوں سے اُنکی چھپ گیا ایماں کا آفتاب

جسکو خدائے عزّ وجل پر یقین نہیں
اُس بدنصیب شخص کا کوئی بھی دین نہیں

پر وُہ سعید جو کہ نشانوں کو پاتے ہیں
وہ اس سے مل کے دلکو اُسی سے ملاتے ہیں

وہ اس کے ہوگئے ہیں اسی سے وہ جیتے ہیں
ہر دم اُسی کے ہاتھ سے اِک جام پیتے ہیں

جس مئے کو پی لیا ہے وہ اس مئے سے مست ہیں
سب دشمن انکے اُنکے مقابل میں پست ہیں

کچھ اپنے مست ہیں وہ رُخِ خوبِ یار سے
ڈرتے کبھی نہیں ہیں وہ دشمن کے وار سے

اِن سے خدا کے کام سبھی معجزانہ ہیں
یہ اِس لئے کہ عاشقِ یارِ یگانہ ہیں

اُنکو خدا نے غیروں سے بخشی ہے امتیاز
اِن کیلئے نشان کو دکھاتا ہے کارساز

جب دشمنوں کے ہاتھوں سے وہ تنگ آتے ہیں
جب بدشعار لوگ اُنہیں کچھ ستاتے ہیں

جب ان کے مارنے کیلئے چال چلتے ہیں
جب اِن سے جنگ کرنیکو باہر نکلتے ہیں

تب وہ خدائے پاک نشاں کو دکھاتا ہے
غیروں پہ اپنا رُعب نشاں سے جماتا ہے

کہتا ہے یہ تو بندۂ عالی جناب ہے
مجھ سے لڑو اگر تمہیں لڑنیکی تاب ہے

اُس ذاتِ پاک سے جو کوئی دل لگاتا ہے
آخر وہ اُس کے رحم کو ایسا ہی پاتا ہے

جن کو نشانِ حضرتِ باری ہوا نصیب
وہ اس جناب پاک سے ہر دم ہوئے قریب

کھینچے گئے کچھ ایسے کہ دنیا سے سو گئے
کچھ ایسا نور دیکھا کہ اسکے ہی ہو گئے

بن دیکھے کیسے پاک ہو انساں گناہ سے
اس چاہ سے نکلتے ہیں لوگ اسکی چاہ سے

تصویرِ شیر سے نہ ڈرے کوئی گوسفند
نے مارِ مردہ سے ہے کچھ اندیشۂ گزند

پردہ خدا جو مُردہ کی مانند ہے پڑا
شوخی و کبر دلِ لعین کا شعار ہے
اے کرمِ خاک چھوڑ دے کبر و غرور کو
بارتر تو ہر ایک سے اپنے خیال میں
چھوڑ دو غرور و کبر کہ تقویٰ اسی میں ہے
تقویٰ کی جڑ ہے خدا کیلئے خاکساری ہے
جو لوگ بدگمانی کو شیوہ بناتے ہیں
بے احتیاط انکی زباں وار کرتی ہے
اکبات کہہ کے اپنے عمل سارے کھوتے ہیں
کچھ ایسے سو گئے ہیں ہمارے یہ ہموطن
سب عضو سست ہوگئے غفلت ہی چھا گئی
یا بدنما دکھاتے ہیں یا ہیں وہ بدگماں
تم دیکھکر بھی بد کو بچو بدگماں سے
شاید تمہاری آنکھ ہی کر جائے کچھ خطا
شاید تمہارے فہم کا ہی کچھ قصور ہو
پھر تم تو بدگمانی سے اپنی ہوئے ہلاک

بس کیا امید ایسے سے اور خوف اُس سے کیا
آدم کی نسل وہ ہے جو وہ خاکسار ہے
زیبا ہے کبر حضرتِ ربِّ غفور کو
شاید اسی سے دخل ہو دارالوصال میں
ہو جاؤ خاکِ مرضئ مولیٰ اسی میں ہے
عفت جو شرطِ دیں ہے وہ تقویٰ میں ساری ہے
تقویٰ کی راہ سے وہ بہت دور جاتے ہیں
اِکدم میں اُس علیم کو بیزار کرتی ہے
پھر شوخیوں کا بیج ہر اک دل میں بوتے ہیں
اُٹھتے نہیں ہیں ہم نے تو سو سو کئے جتن
قوت تمام نوکِ زباں میں ہی آ گئی!
باقی خبر نہیں ہے کہ اسلام ہے کہاں
ڈرتے رہو عقابِ خدائے جہاں سے
شاید وہ بد نہ ہو جو تمہیں ہے وہ بدنما
شاید وہ آزمائش ربِّ غفور ہو
خود سر پر اپنے لیا خشمِ خدائے پاک

گر ایسے تم دلیریوں میں بے حیا ہوئے | پھر اتقا کے سوچو تو معنے ہی کیا ہوئے

ہو سیٹھی بھی بدگمانی سے شرمندہ ہو گیا | قرآں میں خضر نے جو کیا تھا پڑھو ذرا

بندوں میں اپنے بھید خدا کے ہیں صد ہزار | تم کو نہ علم ہے نہ حقیقت ہے آشکار

پس تم تو ایک بات کے کہنے سے مر گئے | یہ کیسی عقل تھی کہ براہِ خطر گئے

بدبخت تر تمام جہاں سے وہی ہوا | جو ایک بات کہہ کے ہی دوزخ میں جا گرا

بس تم بچاؤ اپنی زباں کو فساد سے | ڈرتے رہو عقوبتِ ربّ العباد سے

دو عضو اپنے جو کوئی ڈر کر بچائیگا | سیدھا خدا کے فضل سے جنّت میں جائیگا

وہ اِک زباں ہے عضوِ نہانی ہے دوسرا | یہ ہے حدیثِ سیّدنا سیّد الوریٰ

پر وہ جو مجھکو کاذب و مکّار کہتے ہیں | اور مفتری و کافر و بدکار کہتے ہیں

اُن کیلئے تو بس ہے خدا کا یہی نشاں | یعنے وہ فضل اُسکے جو مجھ پر ہیں ہر زماں

دیکھو خدا نے ایک جہاں کو جھکا دیا | گمنام پا کے شہرۂ عالم بنا دیا

جو کچھ مری مراد تھی سب کچھ دکھا دیا | میں اِک غریب تھا مجھے بے انتہا دیا

دنیا کی نعمتوں سے کوئی بھی نہیں رہی | جو اُس نے مجھکو اپنی عنایات سے نہ دی

ایسے بدوں سے اسکے ہوں ایسے معاملات | کیا یہ نہیں کرامت و عادت سے بڑھ کے بات

جو مفتری ہے اس سے یہ کیوں اتحاد ہے | کِس کو نظیر ایسی عنایت کی یاد ہے

مجھ پر ہر اک نے وار کیا اپنے رنگ میں | آخر ذلیل ہو گئے انجام جنگ میں

اِن کینوں میں کسی کو بھی ارماں نہیں رہا
سب کی مراد تھی کہ میں دیکھوں رہِ فنا

تھے چاہتے کہ مجھکو دکھائیں عدم کی راہ
یا حاکموں سے پھانسی دلا کر کریں تباہ

یا حکم سے یہ ہو کہ میں زنداں میں جا پڑوں
یا یہ کہ ذِلتوں سے میں ہو جاؤں سرنگوں

یا مخبری سے اُن کی کوئی اور ہی بَلا
آجائے مجھ پہ یا کوئی مقبول ہو دُعا

پس ایسی ہی ارادوں سے کرکے مقدمات
چاہا گیا کہ دِن مرا ہو جائے مجھ پہ رات

کوشش بھی وہ ہوئی کہ جہاں میں نہ ہو کبھی
پھر اتفاق وہ کہ زماں میں نہ ہو کبھی

مجھکو ہلاک کرنے کو سب ایک ہو گئے
سمجھا گیا میں بد پہ وہ سب نیک ہو گئے

آخر کو وہ خدا جو کریم و قدیر ہے
جو عالم القلوب و علیم و خبیر ہے

اُترا مری مدد کے لئے کرکے عہد یاد
پس رہ گئے وہ ساری سیہ روئی و نامراد

کچھ ایسا فضلِ حضرتِ ربّ الوریٰ ہوا
سب دشمنوں کے دیکھ کے اوسان ہوئے خطا

اِک قطرہ اُس کے فضل نے دریا بنا دیا
میں خاک تھا اسی نے ثریّا بنا دیا

میں تھا غریب و بیکس و گمنام بے ہُنر
کوئی نہ جانتا تھا کہ ہے قادیاں کدھر

لوگوں کی اس طرف کو ذرا بھی نظر نہ تھی
میرے وجود کی بھی کسی کو خبر نہ تھی

اب دیکھتے ہو کیسا رجوعِ جہاں ہوا
اِک مرجعِ خواص یہی قادیاں ہوا

پر پھر بھی جن کی آنکھ تعصب سے بند ہے
ان کی نظر میں حال مرا ناپسند ہے

میں مفتری ہوں اُنکی نگاہ و خیال میں
دنیا کی خیر ہے مری موت و زوال میں

لعنت ہے مُفتری پہ خدا کی کتاب میں
توریت میں بھی نیز کلامِ مجید میں
کوئی اگر خدا پہ کرے کچھ بھی افترا
پھر یہ عجیب غفلتِ ربِّ قدیر ہے
پچیس ۲۵ سال سے ہے وہ مشغولِ افترا
ہر روز اپنے دل سے بناتا ہی ایک بات
پھر بھی وہ ایسے شوخ کو دیتا نہیں سزا
پھر یہ عجیب تر ہے کہ جب حامیانِ دیں
کرتا نہیں ہے اُنکی مدد وقتِ انتظام
اپنا تو اس کا وعدہ رہا سارا طاق پہ
کیا وہ خدا نہیں ہے جو فرقاں کا ہی خدا
آخر یہ بات کیا ہے کہ ہے ایک مُفتری
جب مومنین اُسکو بیچ میں کوشش سے لاتے ہیں
اِک اتفاق کرکے وہ باتیں بناتے ہیں
پھر بھی وہ نامراد مقاصد میں ہٹتے ہیں
ذلت ہیں چاہتے یہاں اِکرام ہوتا ہے

عزّت نہیں ہی ذرہ بھی اُسکی جناب میں
لکھا گیا ہے رنگ وعیدِ شدید میں
ہوگا وہ قتل ہے یہی اس جُرم کی سزا
دیکھے ہے ایک کو کہ وہ ایسا شریر ہے
ہر دن ہر ایک رات یہی کام ہی رہا
کہتا ہے یہ خدا نے کہا مجھ کو آج رات
گویا نہیں ہے یاد جو پہلے سے کہہ چُکا
ایسے کے قتل کرنیکو فاعل ہوں یا معیں
تا مفتری کے قتل سے قصہ ہی ہو تمام
اوروں کی سعی و جہد پہ بھی کچھ نہیں نظر
پھر کیوں وہ مفتری سے کرے اسقدر وفا
کرتا ہے ہر مقام میں اُس کو خدا بَری
کوشش بھی اسقدر کہ وہ بس مر ہی جاتے ہیں
سَو جھوٹ اور فریب کی تہمت لگاتے ہیں
جاتا ہے بے اثر وہ جو سَو بار کہتے ہیں
کیا مفتری کا ایسا ہی انجام ہوتا ہے؟

اے قوم کے سرآمدو اے حامیانِ دین! — سوچو کہ کیوں خدا تمہیں دیتا مدد نہیں

تم میں نہ رحم ہے نہ عدالت نہ اتقا — پس اس سبب سے ساتھ تمہارے نہیں خدا

ہوگا تمہیں کلارک کا بھی وقت خوب یاد — جب مجھ پہ کی تھی تہمتِ خوں ازرہِ فساد

جب آپ لوگ اس سے ملے تھے بدیں خیال — تا آپ کی مدد سے اُسے سہل ہو جدال

پر وہ خدا جو عاجز و مسکیں کا ہے خدا — حاکم کے دل کو میری [illegible] اس نے کر دیا

تم نے تو مجھ کو قتل کرانے کی ٹھانی تھی — یہ بات اپنے دل میں بہت سہل جانی تھی

تھے چاہتے صلیب پہ یہ شخص کھینچا جائے — تا تم کو ایک فخر سے یہ بات ہاتھ آئے

جھوٹا تھا مفتری تھا تبھی یہ ملی سزا — آخر مری مدد کے لئے خود اُٹھا خدا

ڈگلس پہ سارا حال بریّت کا کھل گیا — عزت کے ساتھ تب میں وہاں سے بری ہوا

الزام مجھ پہ قتل کا تھا سخت یہ تھا کام — تھا ایک پادری کی طرف سے یہ اتہام

جتنے گواہ تھے وہ تھے سب میرے برخلاف — اک مولوی بھی تھا جو یہی مارتا تھا لاف

دیکھو یہ شخص اب تو سزا اپنی پائے گا — اب بن سزائے سخت یہ بچ کر نہ جائیگا

اتنی شہادتیں ہیں کہ اب کھل گیا قصور — اب قید یا صلیب ہے اک بات ہے ضرور

بعضوں کو بد دعا میں بھی تھا ایک انہماک — اتنی دعا کہ گھس گئی سجدہ میں انکی ناک

القصہ جہد کی نہ رہی کچھ بھی انتہا — اک سُو تھا مکر ایک طرف سجدۂ دعا

آخر خدا نے دی مجھے اس آگ سے نجات — دشمن تھے جتنے ان کی طرف کی نہ التفات

کیسا یہ فضل اُس سے نمودار ہو گیا
اِک مفتری کا وہ بھی مددگار ہو گیا

اُس کا تو فرض تھا کہ وہ وعدہ کو کرتے یاد
خود مارتا وہ گردنِ کذّاب بدنہاد

گر اس سے رہ گیا تھا کہ وہ خود کہاں اُٹھائے ہاتھ
اتنا تو سہل تھا کہ تمہارا اٹھائے ہاتھ

یہ بات کیا ہوئی کہ وہ تم سے الگ رہا
کچھ بھی مدد نہ کی نہ سُنی کوئی بھی دعا

جو مفتری تھا اُس کو تو آزاد کر دیا
سب کام اپنی قوم کا برباد کر دیا

سب جدّ و جہد و سعی اکارت چلی گئی
کوشش تھی جس قدر وہ بغارت چلی گئی

کیا تا سنی کی فتح کا نہیں وعدۂ خدا
دیکھو تو کھول کر سخنِ پاکِ کبریا

پھر کیوں یہ بات میری ہی نسبت بدل گئی
یا خود تمہاری چادرِ تقویٰ ہی پھٹ گئی

کیا یہ عجب نہیں ہے کہ جب تم ہی یار ہو
پھر میرے فائدہ کا ہی سب کاروبار ہو

پھر یہ نہیں کہ ہو گئی ہے صرف ایک بات
پاتا ہوں ہر قدم میں خدا کے تفضّلات

دیکھو وہ بھیں کا شخص کرم دین ہے جسکا نام
لڑتا تھیں جس نے نیند بھی اپنے پہ کی حرام

جس کی مدد کیواسطے لوگوں میں جوش تھا
جس کا ہر ایک دشمنِ حق عیب پوش تھا

جس کا رفیق ہو گیا ہر ظالم و غوی
جس کی مدد کیواسطے آئے تھے مولوی

اُنمیں سے ایسے تھے کہ جو بڑھ بڑھ کے آتے تھے
اپنا بیاں لکھانے میں کرتب دکھاتے تھے

ہُشیاری مستغیث بھی اپنی دکھاتا تھا
سو سو خلاف واقعہ باتیں بناتا تھا

پر اپنے بدعمل کی سزا کو وہ پا گیا
ساتھ اس کے یہ کہ نام بھی کاذب رکھا گیا

کذاب نام اُس کا دفاتر میں رہ گیا
چالاکیوں کا فخر جو رکھتا تھا یہ گیا

اے ہوش و عقل والو یہ عبرت کا ہے مقام
چالاکیاں تو ہیچ ہیں تقویٰ سے ہو دیں کام

جو متقی ہے اُس کا خدا خود نصیر ہے
انجام فاسقوں کا عذابِ سعیر ہے

جڑھ ہے ہر ایک خیر و سعادت کی اتّقا
جس کی یہ جڑھ رہی ہے عمل اُسکا رب رہا

مومن ہی فتح پاتے ہیں انجام کار میں
ایسا ہی پاؤ گے سخنِ کردگار میں

کوئی بھی مفتری ہمیں دنیا میں اب دکھا
جس پہ یہ فضل ہو یہ عنایات یہ عطا

اس بد عمل کی قتل سزا ہی نہ یہ کہ پریت
پس کس طرح خدا کو پسند آگئی یہ ریت

کیا تھا یہی معاملہ پاداشِ افترا
کیا مفتری کے بارے میں وعدہ یہی ہوا

کیوں ایک مفتری کا وہ ایسا ہی آشنا
یا بے خبر ہے عیب سے دھوکے میں آگیا

آخر کوئی تو بات ہے جس سے ہوا وہ یار
بدکار سے تو کوئی بھی کرتا نہیں ہے پیار

تم بد بنا کے پھر بھی گرفتار ہو گئے
یہ بھی تو ہیں نشان جو نمودار ہو گئے

تاہم وہ دوسرے بھی نشاں ہیں ہمارے پاس
لکھتے ہیں اب خدا کی عنایت سے ہر اس

جس دل میں رچ گیا ہے محبت سے اُس کا نام
وہ خود نشاں ہیں نیز نشاں سارے اُسکے کام

کیا کیا نہ ہم نے نام رکھائے زمانہ سے
مردوں سے نیز فرقۂ ناداں زمانہ سے

انکے گماں میں ہم بد و بدحال ہو گئے
انکی نظر میں کافر و دجال ہو گئے

ہم مفتری بھی بن گئے اُن کی نگاہ میں
بد بیں ہوئے فساد کیا حق کی راہ میں

پر ایسے کفر پر تو فدا ہے ہماری جاں
جس سے ملے خدائے جہان و جہانیاں

لعنت ہے ایسے دیں پہ کہ اس کفر سے ہی کم
سو شکر ہے کہ ہو گئے غالب کے یار ہم

ہوتا ہے کردگار اسی رہ سے دستگیر
کیا جانے قدر اس کا جو قفس میں نہیں اسیر

وحی خدا اسی رہِ فرخ سے پاتے ہیں
دلبر کا بانکپن بھی اسی سے دکھاتے ہیں

اے مدعی نہیں ہے ترے ساتھ کردگار
یہ کفر تیرے دیں سے ہے بہتر ہزار بار

زلزلہ عظیمہ کی پیشگوئی

سونیوالو جلد جاگو یہ نہ وقت خواب ہے
جو خبر دی وحیِ حق نے اس سے دل بیتاب ہے

زلزلہ سے دیکھتا ہوں میں زمیں زیر و زبر
وقت اب نزدیک ہے آیا کھڑا سیلاب ہے

ہے سرِ رہ پر کھڑا نیکوں کی وہ مولیٰ کریم
نیک کو کچھ غم نہیں ہے گو بڑا گرداب ہے

کوئی کشتی اب بچا سکتی نہیں اس سیل سے
حیلے سب جاتے رہے اک حضرتِ تواب ہے

انذار نذیر:-

دوستو جاگو کہ اب پھر زلزلہ آنے کو ہے!
پھر خدا قدرت کو اپنی جلد دکھلانے کو ہے!

وہ جو ماہِ فروری میں تم نے دیکھا زلزلہ
تم یقیں سمجھو کہ وہ اِک زجر سمجھانیکو ہے

آنکھ کے پانی سے یارو کچھ کرو اسکا علاج
آسماں اے غافلو اب آگ برسانیکو ہے

کیوں نہ آویں زلزلے تقویٰ کی رہ گم ہو گئی
اِک مسلماں بھی مسلماں صرف کہلانیکو ہے

کِسنے مانا مجھکو ڈر کر کِسنے چھوڑا بغض و کیں
زندگی اپنی تو اس سے گالیاں کھانیکو ہے

کافر و دجال اور فاسق ہمیں سب کہتے ہیں
کون ایماں صدق اور اخلاص سے لانیکو ہے

جسکو دیکھو بدگمانی میں ہی حد سے بڑھ گیا
گر کوئی پوچھے تو سو سو عیب بتلانیکو ہے

چھوڑتے ہیں دیں کو اور دنیا سے کرتے ہیں پیار
سو کریں وعظ و نصیحت کون پچھتانیکو ہے

ہاتھ سے جاتا ہے دل دیں کی مصیبت دیکھ کر
پر خدا کا ہاتھ اب اس دِلکے ٹھہرانیکو ہے

اِسلئے اب غیرت اسکی کچھ تمہیں دکھلائیگی
ہر طرف یہ آفتِ جاں ہاتھ پھیلانیکو ہے

موت کی رَاہ سے ملیگی اب تو دیں کو کچھ مدد
ورنہ دیں اے دوستو اِک روز مرجانیکو ہے

یا تو اِک عالم تھا قرباں اِسپہ یا آئے یہ دن
ایک عبدالعبد بھی اِس دیں کو جھٹلانیکو ہے

۱۹۰۱

ایک زبردست نشان کی پیشگوئی

نشاں کو دیکھ کر انکار کب تک پیش جائیگا
ارے اِک اور جھوٹوں پر قیامت آنیوالی ہے

یہ کیا عادت ہے کیوں سچی گواہی کو چھپانا ہے
تری اک روز اے گستاخ شامت آنیوالی ہے

ترے مکروں سے اے جاہل مرا نقصاں نہیں ہرگز
کہ یہ جاں آگ میں پڑ کر سلامت آنیوالی ہے

اگر تیرا بھی کچھ دیں ہے بدل دے جو میں کہتا ہوں
کہ عزت مجھکو اور تجھ پر ملامت آنیوالی ہے

بہت بڑھ بڑھ کے باتیں کی ہیں تو نے اور چھپایا حق
مگر یہ یاد رکھو اک دن ندامت آنیوالی ہے

خدا رسوا کریگا تم کو میں اعزاز پاؤں گا
سنو اے منکرو اب یہ کرامت آنیوالی ہے

خدا ظاہر کریگا اک نشاں پُر رعب پُر ہیبت
دلونہیں اُس نشاں سے استقامت آنیوالی ہے

خدا کے پاک بندے دوسروں پر ہوتے ہیں غالب
مری خاطر خدا سے یہ علامت آنے والی ہے

تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۲

زلزلوں کی پیشگوئی اور اسلام کی ترقی کیلئے

درد بھری دُعائیں

پھر چلے آتے ہیں یارو زلزلہ آنے کے دِن
زلزلہ کیا اس جہاں سے کوچ کر جانے کے دِن

تم تو ہو آرام میں پر اپنا قصہ کیا کہیں
پھرتے ہیں آنکھوں کے آگے سخت گھبرانے کے دن

کیوں غضب بھڑکا خدا کا مجھ سے پوچھو غافلو
ہو گئے ہیں اسکا موجب میرے جھٹلانے کے دِن

غیر کیا جانے کہ غیرت اُسکی کیا دکھلائیگی
خود بتائیگا نہیں وہ یار بتلانیکے دِن

وہ چمک دکھلائیگا اپنے نشاں کی پنج بار
یہ خدا کا قول ہے سمجھوگے سمجھانیکے دِن

طالبو تم کو مبارک ہو کہ اب نزدیک ہیں
اس مرے محبوب کے چہرہ کے دکھلانیکے دِن

وہ گھڑی آتی ہی جب عیسےٰؑ پکارینگی مجھے
ابتو تھوڑے رہ گئی دجّال کہلانیکے دِن

اے مرے پیارے یہی میری دعا ہی روز و شب
گود میں تیری ہوں ہم اس خونِ دل کھانیکے دِن

کِرمِ خاکی ہوں مرے پیارے نہ آدم زاد ہوں
فضل کا پانی پلا اُس آگ برسانیکے دِن

اے مرے یارِ یگانہ اے مری جاں کی پناہ
اکر وہ دِن اپنے کرم سی دیں کی پھیلانیکے دِن

پھر بہارِ دیں کو دکھلا اے مرے پیارے قدیر
کبتلک دیکھینگے ہم لوگوں کے بہکانیکے دِن

دِن چڑھا ہی دشمنانِ دیں کا ہم پر رات ہے
اے مرے سورج دکھا اس دیں کی چمکانیکے دِن

دِل گھٹا جاتا ہی ہر دم جاں بھی ہے زیر و زبر
اِک نظر فرما کہ جلد آئیں تری آنیکے دِن

چہرہ دکھلا کر مجھے کر دیجئے غم سے رہا
کب تلک لمبے چلے جائینگے ترسانے کے دِن

کچھ خبر لے تیرے کوچہ میں یہ کس کا شور ہے
کیا مرے دلدار تو آئیگا مر جانے کے دِن

ڈوبنے کو ہی یہ کشتی آ مرے اے ناخُدا
آگئے اِس باغ پر اے یار مُرجھانیکے دِن

تیرے ہاتھوں سے مری بیمار اگر کچھ ہو تو ہو
ورنہ دیں میت ہی اور یہ دِن ہیں دفنانیکے دِن

اِک نشاں دکھلا کہ اب دیں ہو گیا ہی بےنشاں
دِل چلا ہے ہاتھ سے لا جلد ٹھہرانیکے دِن

میرے دِل کی آگ نے آخر دکھایا کچھ اثر
آگئے ہیں اب زمیں پر آگ بھڑکانیکے دِن

جب سے میری ہوش غم سے دیں کے ہیں جاتے رہے
چاند اور سورج نے دکھلائے ہیں دو داغ کسوف

کون روتا ہے کہ جس سے آسماں بھی رو پڑا
صبر کی طاقت جو تھی مجھ میں وہ پیارے اب نہیں

دوستو اس یار نے دیں کی مصیبت دیکھ لی
اک بڑی مدت سے دیں کو کفر تھا کھاتا رہا

دن بہت ہیں سخت اور خوف و خطر درپیش ہے
دیں کی نصرت کیلئے اک آسماں پر شور ہے

چھوڑ دو وہ راگ جس کو آسماں گاتا نہیں
خدمتِ دیں کا تو کھو بیٹھے ہو بغض و کیں سے وقت

طورِ دنیا کے بھی بدلے ایسے دیوانیکے دن
پھر زمیں بھی ہو گئی بیتاب تھرّانیکے دن

لرزہ آیا اس زمیں پر اس کے چلّانیکے دن
میری دلبر اب دکھا اس دیکے بہلانیکے دن

آئیں گے اِس باغ کے اب جلد لہرانیکے دن
اب یقیں سمجھو کہ آئے کفر کو کھانیکے دن

پر یہی ہیں دوستو! اس یار پانیکے دن
اب گیا وقتِ خزاں آئے ہیں پھل لانیکے دن

اپنو ہیں اے دیکے اندھو دیکھ گن گانیکے دن
اب نہ جائیں ہاتھ سے لوگو! یہ پچھتانیکے دن

(ماخذ حقیقۃ الوحی صفحہ نمبر ۴۱۰)

اِحسانات الٰہی۔ مخالفین کے ناروا سلوک!

اپنے دعاوی کی صداقت۔ عالمگیر جنگ کی پیشگوئی!

اے خدا اے کارساز و عیب پوش و کردگار
اے مرے پیارے مرے محسن مرے پروردگار

کس طرح تیرا کروں ای ذو المنن شکر و سپاس
وہ زباں لاؤں کہاں سے جس سے ہو یہ کاروبار

بدگمانوں سے بچایا مجھ کو خود بن کر گواہ
کر دیا دشمن کو اک حملہ سے مغلوب اور خوار

کام جو کرتے ہیں تیری رہ میں پاتے ہیں جزا
مجھ سے کیا دیکھا کہ یہ لطف و کرم ہے بار بار

تیرے کاموں سے مجھے حیرت ہی اے میرے کریم
کس عمل پر مجھکو دی ہے خلعتِ قرب و جوار

کرم خاکی ہوں مرے پیارے نہ آدم زاد ہوں
ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار

یہ سراسر فضل و احساں ہی کہ میں آیا پسند
ورنہ درگہ میں تری کچھ کم نہ تھے خدمتگذار

دوستی کا دم جو بھرتے تھے وہ سب دشمن ہوگئے
پر نہ چھوڑا ساتھ تونے اے مری حاجت برار

اے مری یارِ یگانہ اے مری جاں کی پناہ
بس ہے تو میری لئے مجھکو نہیں تجھ بن بکار

میں تو مر کر خاک ہوتا گر نہ ہوتا تیرا لطف
پھر خدا جانے کہاں یہ پھینکدی جاتی غبار

اے فدا ہو تیری رہ میں میرا جسم و جان و دل
میں نہیں پاتا کہ تجھ سا کوئی کرتا ہو پیار

ابتدا سے تیری ہی سایہ میں میرے دن کٹے
گود میں تیری رہا میں مثلِ طفلِ شیر خوار

نسلِ انساں میں نہیں دیکھی وفا جو تجھ میں ہی
تیری بن دیکھا نہیں کوئی بھی یارِ غمگسار

لوگ کہتے ہیں کہ نالائق نہیں ہوتا قبول
میں تو نالائق بھی ہو کر پا گیا درگہ میں بار

اسقدر مجھ پر ہوئیں تیری عنایات و کرم
جنکا مشکل ہے کہ تا روزِ قیامت ہو شمار

آسماں میری لئے تونے بنایا اک گواہ
چاند اور سورج ہوئے میری لئے تاریک و تار

تونے طاعوں کو بھی بھیجا میری نصرت کیلئے
تا وہ پوری ہوں نشاں جو ہیں سچائی کا مدار

ہو گئے بیکار سب حیلے جب آئی وہ بلا
ساری تدبیروں کا خاکہ اُڑ گیا مثلِ غبار

سرزمینِ ہند میں ایسی ہی شہرت مجھ کو دی
جیسے ہووے برق کا اِکدم میں ہر جا اِنتشار

پھر دوبارہ ہی اُتارا تُو نے آدم کو یہاں
تا وہ نخلِ راستی اِس مُلک میں لا دے ثمار

لوگ سو باتیں کریں پر تیری مقصد اور ہیں
تیری باتوں کے فرشتے بھی نہیں ہیں رازدار

ہاتھ میں تیرے ہے ہر خسران و نفع و عُسر و یُسر
تُو ہی کرتا ہے کسی کو بینوا یا بختیار

جسکو چاہے تختِ شاہی پر بٹھا دیتا ہے تُو
جسکو چاہے تخت سے نیچے گرا دے کر کے خوار

مَیں بھی ہوں تیرے نشانوں سے جہاں میں اِک نشاں
جسکو تُو نے کر دیا ہے قوم و دیں کا اِفتخار

فانیوں کی جاہ و حشمت پر بلا آوے ہزار
سلطنت تیری ہی جو رہتی ہے دائم برقرار

عزّت و ذِلّت یہ تیرے حکم پر موقوف ہیں
تیرے فرماں سے خزاں آتی ہے اور بادِ بہار

میرے جیسے کو جہاں میں تُو نے روشن کر دیا
کون جانے اے مرے مالک ترے بھیدوں کی سار

تیرے اے میرے مُربّی کیا عجائب کام ہیں
گرچہ بھاگیں جبر سے دیتا ہے قسمت کے ثمار

ابتدا سے گوشۂ خلوت رہا مجھ کو پسند
شُہرتوں سے مجھ کو نفرت تھی ہر اک عظمت سے عار

پر مجھے تُو نے ہی اپنے ہاتھ سے ظاہر کیا
مَیں نے کب مانگا تھا یہ تیرا ہی ہے سب برگ و بار

اِسمیں میرا جُرم کیا جب مجھ کو یہ فرماں مِلا
کون ہوں تا رد کروں حکمِ شہِ ذی الاقتدار

ابتو جو فرماں مِلا اس کا ادا کرنا ہے کام
گرچہ میں ہوں بس ضعیف و ناتوان و دلفگار

دعوتِ ہر ہرزہ گو کچھ خدمتِ آساں نہیں
ہر قدم میں کوہِ ماراں ہر گذر میں دشتِ خار

چرخ تک پہنچے ہیں میری نعرہ ہائے روز و شب
پر نہیں پہنچی دلوں تک جاہلوں کے یہ پکار

قبضۂ تقدیر ہیں دل ہیں اگر چاہے خدا
پھیر دے میری طرف آ جائیں پھر بے اختیار

گر کرے معجز نمائی ایک دم میں نرم ہو
وہ دلِ سنگیں جو ہووے مثلِ سنگِ کوہسار

ہائے میری قوم نے تکذیب کر کے کیا لیا
زلزلوں سے ہو گئے صدہا مساکن مثلِ غار

شرط تقویٰ تھی کہ وہ کرتے نظر اسوقت پر
شرط یہ بھی تھی کہ کرتے صبر اور کچھ دن قرار

کیا وہ سارے مرحلے طے کر چکے تھے علم کے
کیا نہ تھی آنکھوں کے آگے کوئی رہ تاریک و تار

دلمیں جو ارماں تھے وہ دلمیں ہماری رہ گئے
دشمنِ جاں بن گئے جن پر نظر تھی بار بار

ایسے کچھ بگڑے کہ اب بننا نظر آتا نہیں
آہ کیا سمجھے تھے ہم اور کیا ہوا ہے آشکار

کس کے آگے ہم کہیں اس دردِ دل کا ماجرا
اُنکو ہے ملنے سے نفرت بات سُننا درکنار

کیا کروں کیونکر کروں میں اپنی جاں زیر و زبر
کس طرح میری طرف دیکھیں جو رکھتے ہیں نقار

اِس قدر ظاہر ہوئے ہیں فضلِ حق سے معجزات
دیکھنے سے جن کے شیطاں بھی ہوا ہے دلفگار

پر نہیں اکثر مخالف لوگوں کو شرم و حیا
دیکھ کر سو سو نشاں پھر بھی ہے توہیں کاروبار

صاف دلکو کثرتِ اعجاز کی حاجت نہیں
اِک نشاں کافی ہے گر دلمیں ہے خوفِ کردگار

دن چڑھا ہے دُشمنانِ دیں کا ہم پر رات ہے
اے مری سورج نکل باہر کہ میں ہوں بیقرار

اے مرے پیارے فدا ہو تجھ پہ ہر ذرہ مِرا
پھیر دے میری طرف اے سارباں جگ کی مہار

کچھ خبر لے تیری کوچہ میں یہ کس کا شور ہے
خاک میں ہوگا یہ سر گر تو نہ آیا بن کے یار

فضل کی ہاتھوں سی اب اسوقت کر میری مدد ۔ کشتیِ اسلام تا ہو جائے اس طوفاں سی پار
میرے سُقم و عیب سے اب کیجئے قطع نظر ۔ تا نہ ہو خوش دشمنِ دیں جسپہ ہی لعنت کی مار
میرے زخموں پر لگا مرہم کہ میں رنجور ہوں ۔ میری فریادوں کو سُن میں ہو گیا زار و نزار
دیکھ سکتا ہی نہیں یہ ضعفِ دینِ مصطفےٰ ۔ مجھکو کر اے میرے سُلطاں کامیاب و کامگار
کیا سُلائیگا مجھے تو خاک میں قبل از مُراد ۔ یہ تو تیرے پر نہیں اُمید اے میرے حصار
یا الٰہی فضل کر اسلام پر اور خود بچا ۔ اس شکستہ ناؤ کے بندونکی اب سُن لے پُکار
قوم میں فسق و فجور و معصیت کا زور ہے ۔ چھا رہا ہی ابر یاس اور رات ہی تاریک و تار
ایک عالم مرگیا ہی تیرے پانی کے بغیر ۔ پھیر دی اب میری مولیٰ اِسطرف دریا کی دہار
اب نہیں پاہیں ہوش اپنے ان مصائب میں بجا ۔ رحم کر بندوں پہ اپنے تا وہ ہو دیں رستگار
کِس طرح نپٹیں کوئی تدبیر کچھ بنتی نہیں ۔ بے طرح پھیلی ہیں یہ آفات ہر سُو ہر دیار
ڈوبنے کو ہے یہ کشتی آ مرے اے ناخدا ۔ آگیا اس قوم پر وقتِ خزاں اندر بہار
نورِ دل جاتا رہا اور عقل موٹی ہو گئی ۔ اپنی کجرائی پہ ہر دل کر رہا ہے اِعتبار
جس کو ہمنے قطرۂ صافی تھا سمجھا اور نقی ۔ غور سے دیکھا تو کیڑے اسمیں بھی پائے ہزار
دُور بینِ معرفت سے گند نکلا ہر طرف ۔ اس وبا نے کھالئے ہر شاخِ ایماں کی ثمار
اے خدا بن تیرے ہو یہ آبپاشی کسطرح ۔ جل گیا ہی باغِ تقویٰ دیں کی ہی اب اک مزار
تیری ہاتھوں سی مرے پیارے اگر کچھ ہو تو ہو ۔ ورنہ فتنہ کا قدم بڑھتا ہی ہر دم سیل دار

اک نشاں دکھلا کہ اب دیں ہو گیا ہے بے نشاں — اک نظر کر اس طرف تا کچھ نظر آوے بہار

کیا کہوں دنیا کے لوگوں کی کہ کیسے سو گئے — کس قدر ہے حق سے نفرت اور ناحق سے پیار

عقل پر پردے پڑے سو سو نشاں کو دیکھ کر — نور سے ہو کر الگ چاہا کہ ہو دیں اہل نار

گر نہ ہوتی بدگمانی کفر بھی ہوتا فنا — اسکا ہووے ستیا ناس اس سے بگڑے ہوشیار

بدگمانی سے تو رائی کے بھی بنتے ہیں پہاڑ — پر کے اک ریشہ سے ہو جاتی ہے کوّوں کی قطار

حد سے کیوں بڑھتے ہو لوگو کچھ کرو خوفِ خدا — کیا نہیں تم دیکھتے نصرت خدا کی بار بار

کیا خدا نے اتقیا کی عون و نصرت چھوڑ دی — ایک فاسق اور کافر سے وہ کیوں کرتا ہے پیار

ایک بدکردار کی تائید میں اتنے نشاں — کیوں دکھاتا ہے وہ کیا ہے بدکنوں کا رشتہ دار

کیا بدلتا ہے وہ اب اس سُنّت و قانون کو — جس کا تھا پابند وہ از ابتدائے روزگار

آنکھ گر پھُوٹی تو کیا کانوں میں بھی کچھ پڑ گیا — کیا خدا دھوکے میں ہے اور تم ہو میرے رازدار

جس کے دعوٰی کی سراسر افترا پر ہے بِنا — اُسکی یہ تائید ہو پھر جھوٹ سچ میں کیا نکھار

کیا خدا بھُولا رہا تم کو حقیقت مل گئی — کیا رہا وہ بے خبر اور تم نے دیکھا حالِ زار

بدگمانی نے تمہیں مجنون و اندھا کر دیا — ورنہ تھے میری صداقت پر براہیں بیشمار

جہل کی تاریکیاں اور سُوءِ ظن کی تُند باد — جب اکٹھے ہوں تو پھر ایماں اُڑے جیسے غُبار

زہر کے پینے سے کیا انجام جُز موت و فنا — بدگمانی زہر ہے اس سے بچو اے دیں شعار

کانٹے اپنی راہ میں بوتے ہیں ایسی بدگماں — جنکی عادت میں نہیں شرم و شکیب و اصطبار

یہ غلط کاری بشر کی بدنصیبی کی ہے جڑھ
پر مقدر کو بدل دینا ہے کس کا اختیار

سخت جاں ہیں ہم کسی کے بُغض کی پروا نہیں
دلِ قوی رکھتے ہیں ہم دردوں کی ہی ہمکو سہار

جو خدا کا ہی اُسے للکارنا اچھا نہیں
ہاتھ شیروں پر نہ ڈال اے روبۂ زار و نزار

ہے سپر رہ پر مرے وہ خود کھڑا مولیٰ کریم
بس نہ بیٹھو میری رہ میں اے شریرانِ دیار

سُنت اللہ ہی کہ وہ خود فرق کو دکھلائے ہے
تا عیاں ہو کون پاک اور کون ہی مُردار خوار

مجھ کو پردہ میں نظر آتا ہی اِک میرا معین
تیغ کو کھینچے ہوئے اُسپر جو کرتا ہی وہ وار

دشمنِ غافل اگر دیکھے وہ بازو وہ سلاح
ہوش ہو جائیں خطا اور بھول جائے سب نقار

اِس جہاں کا کیا کوئی داور نہیں اور دادگر
پھر شریرُ النفس ظالم کو کہاں جائے فرار

کیوں عجب کرتے ہو گر میں آگیا ہو کر مسیح
خود مسیحائی کا دم بھرتی ہے یہ بادِ بہار

آسماں پر دعوتِ حق کیلئے اِک جوش ہی
ہو رہا ہے نیک طبعوں پر فرشتوں کا اُتار

آرہا ہی اسطرف احرارِ یورپ کا مزاج
نبض پھر چلنے لگی مُردوں کی ناگہ زندہ وار

کہتے ہیں تثلیث کو اب اہلِ دانش الوداع
پھر ہوئے ہیں چشمۂ توحید پر از جاں نثار

باغ میں ملت کے ہے کوئی گلِ رعنا کھلا
آتی ہے بادِ صبا گلزار سے مستانہ وار

آرہی ہی اب تو خوشبو میرے یوسف کی مجھے
گو کہو دیوانہ میں کرتا ہوں اس کا انتظار

ہر طرف ہر ملک میں ہی بُت پرستی کا زوال
کچھ نہیں انساں پرستی کی کوئی عزّ و وقار

آسماں سے ہے چلی توحیدِ خالق کی ہوا
دل ہمارے ساتھ ہیں گو مُنہ کریں بک بک ہزار

اِسْمَعُوْا صَوْتَ السَّمَآءِ جَآءَ الْمَسِیْحُ جَآءَ الْمَسِیْحُ — نیز بشنو از زمیں آمد امامِ کامگار

آسماں بار دنشاں الوقت میگوید زمیں — ایں دو شاہد از پئے من نعرہ زن چوں بیقرار

اب اِسی گلشن میں لوگو راحت و آرام ہے — وقت ہے جلد آؤ اے آوارگانِ دشتِ خار

اِک زماں کے بعد اب آئی ہے یہ ٹھنڈی ہوا — پھر خدا جانے کہ کب آویں یہ دن اور یہ بہار

اے مکذّب! کوئی اِس تکذیب کا ہے انتہاء — کب تلک تو خوئے شیطاں کو کریگا اختیار

مِلّتِ احمدؐ کی مالک نے جو ڈالی تھی بِنا — آج پوری ہو رہی ہے اے عزیزانِ دیار

گلشنِ احمدؐ بنا ہے مسکنِ بادِ صبا — جسکی تحریکوں سے سُنتا ہے بشر گفتارِ یار

ورنہ وہ ملت وہ رہ وہ رسم وہ دیں چیز کیا — سایۂ افگن جس پہ نورِ حق نہیں خورشید وار

دیکھ کر لوگوں کے کینے دِل مِرا خوں ہو گیا — قصد کرتے ہیں کہ ہو پامال دُرِّ شاہوار

ہم تو ہر دم چڑھ رہے ہیں اِک بلندی کی طرف — وہ بُلاتے ہیں کہ ہو جائیں نہاں ہم زیرِ غار

نورِ دِل جاتا رہا اِک رسم دیں کی رہ گئی — پھر بھی کہتے ہیں کہ کوئی مُصلحِ دیں کیا بکار

راگ وہ گاتے ہیں جس کو آسماں گاتا نہیں — وہ ارادی ہیں کہ جو ہیں بر خلافِ شہریار

ہائے مارِ آستیں وہ بن گئے دیں کے لئے — وہ تو فربہ ہو گئے پر دیں ہوا زار و نزار

اِن غموں سے دوستو! خم ہو گئی میری کمر — میں تو مر جاتا اگر ہوتا نہ فضلِ کردگار

اس تپش کو میری وہ جانے کہ رکھتا ہی تپش — اس الم کو میرے وہ سمجھے کہ ہو وہ دِلفگار

کون روتا ہے کہ جس سے آسماں بھی رو پڑا — مہر و مہ کی آنکھ غم سے ہو گئی تاریک و تار

مُفتری کہتے ہوئے ان کو حیا آتی نہیں
کیسے عالم ہیں کہ اُس عالم سے ہیں یہ برکنار

غیر کیا جانے کہ دلبر سے ہمیں کیا جوڑ ہے
وہ ہمارا ہو گیا اُس کے ہوئے ہم جاں نثار

میں کبھی آدم کبھی موسیٰ کبھی یعقوب ہوں
نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار

اِک شجر ہوں جسکو داؤدی صفت کے پھل لگے
میں ہوا داؤد اور جالوت ہے میرا شکار

پر مسیحا بن کے میں بھی دیکھتا رُوئے صلیب
گر نہ ہوتا نام احمدؐ جس پہ میرا سب مدار

دشمنو! ہم اس کی رہ میں مر رہے ہیں ہر گھڑی
کیا کرو گے تم ہماری نیستی کا انتظار؟

سر سے میری پاؤں تک وہ یار مجھ میں ہی نہاں
اے مرے بدخواہ کرنا ہوش کر کے مجھ پہ وار

کیا کروں تعریفِ حُسنِ یار کی اور کیا لکھوں
اِک ادا سے ہو گیا میں سیلِ نفسِ دوں سے پار

اسقدر عرفاں بڑھا میرا کہ کافر ہو گیا
آنکھ میں اُسکی کہ ہے وُہ دُور تر از صحنِ یار

اُس رُخِ روشن سے میری آنکھ بھی روشن ہوئی
ہو گئے اسرار اُس دلبر کے مجھ پر آشکار

قوم کے لوگو اِدھر آؤ کہ نِکلا آفتاب
وادیٔ ظُلمت میں کیا بیٹھے ہو تم لیل و نہار

کیا تماشا ہے کہ میں کافر ہوں تم مومن ہوئے
پھر بھی اس کافر کا حامی ہے وہ مقبولوں کا یار

کیا اچنبھی بات ہی کافر کی کرتا ہے مدد
وہ خدا جو چاہیئے تھا مومنوں کا دوستدار

اہلِ تقویٰ تھا کرم دیں بھی تمہاری آنکھ میں
جس نے ناحق ظلم کی راہ سے کیا تھا مجھ پہ وار

بے معاون میں نہ تھا تھی نُصرتِ حق میرے ساتھ
فتح کی دیتی تھی وحیٔ حق بشارت بار بار

پر مجھے اُسنے نہ دیکھا آنکھ اُسکی بند تھی
پھر سزا پاکر لگایا سُرمۂ دُنبالہ دار

نام بھی کذاب اس کا دفتروں میں رہ گیا
اب مٹا سکتا نہیں یہ نام تا روزِ شمار

اب کہو کس کی ہوئی نصرت جنابِ پاک سے
کیوں تمہارا متّقی پکڑا گیا ہو کے خوار

پھر ادھر بھی کچھ نظر کرنا خدا کے خوف سے
کیسے میرے یار نے مجھ کو بچایا بار بار

قتل کی ٹھانی شریروں نے چلائے تیرِ مکر
بن گئے شیطاں کے چیلے اور نسلِ ہونہار

پھر لگایا ناخنوں تک زور بن کر اک گواہ
پر نہ آیا کوئی بھی منصوبہ انکو سازوار

ہم نگہ میں انکی دجّال اور بے ایماں ہوئے
آتشِ تکفیر کے اُڑتے رہے پیہم شرار

اب ذرا سوچو دیانت سے کہ یہ کیا بات ہے
ہاتھ کس کا ہے کہ ردّ کرتا ہے وہ دشمن کا وار

کیوں نہیں تم سوچتے کیسے ہیں یہ پردے پڑے
دل میں اُٹھتا ہے مرے رہ رہ کے اب سَو سَو بخار

یہ اگر انساں کا ہوتا کاروبار اے ناقصاں
ایسے کاذب کیلئے کافی تھا وہ پروردگار

کچھ نہ تھی حاجت تمہاری نے تمہارے مکر کی
خود مجھے نابود کرتا وہ جہاں کا شہریار

پاک برتر ہے وہ جھوٹوں کا نہیں ہوتا نصیر
ورنہ اُٹھ جائے اماں پھر سچے ہوویں شرمسار

اسقدر نُصرت کہاں ہوتی ہے اک کذاب کی
کیا تمہیں کچھ ڈر نہیں ہے کرتے ہو بڑھ بڑھ کے وار

ہے کوئی کاذب جہاں میں لاؤ لوگو کچھ نظیر
میرے جیسی جسکی تائیدیں ہوئی ہوں بار بار

آفتابِ صبح نکلا اب بھی سوتے ہیں یہ لوگ
دن سے ہیں بیزار اور راتوں سے وہ کرتے ہیں پیار

روشنی سے بُغض اور ظلمت پہ وہ قرباں ہیں
ایسے بھی شپّر نہ ہونگے گرچہ تم ڈھونڈو ہزار

سر پہ اک سورج چمکتا ہے مگر آنکھیں ہیں بند
مرتے ہیں بن آب وہ اور در پہ نہرِ خوشگوار

طُرفہ کیفیت ہے ان لوگوں کی جو منکر ہوئے ۔ یُوں تو ہر دم مشغلہ ہے گالیاں لیل و نہار

پر اگر پوچھیں کہ ایسے کاذبوں کے نام لو ۔ جن کی نصرت سالہا سے کر رہا ہو کردگار

مُردہ ہو جاتے ہیں اسکا کچھ نہیں دیتے جواب ۔ زرد ہو جاتا ہے مُنہ جیسے کوئی ہو سوگوار

اُنکی قسمت میں نہیں دیں کیلئے کوئی گھڑی ۔ ہو گئے مفتونِ دُنیا دیکھ کر اُس کا سنگار

جی چُرانا راستی سے کیا یہ دیں کا کام ہے ۔ کیا یہی ہے زُہد و تقویٰ کیا یہی راہِ خیار

کیا قسم کھائی ہے یا کچھ پیچ قسمت میں پڑا ۔ روزِ روشن چھوڑ کر ہیں عاشقِ شبہائے تار

انبیاء کے طور پر حجت ہوئی ان پہ تمام ۔ اُن کے جو حملے ہیں اُنمیں سب سے ہیں حصہ دار

میری نسبت جو کہیں کیں سے وہ سب پر آتا ہی ۔ چھوڑ دینگے کیا وہ سب کو کُفر کر کے اختیار

مجھکو کافر کہہ کے اپنے کفر پر کرتے ہیں مُہر ۔ یہ تو ہیں سب شکل اُنکی ہم تو ہیں آئینہ دار

ساٹھ سے ہیں کچھ برس میری زیادہ اس گھڑی ۔ سال ہے اب تیسواں دعوے پہ از روئے شمار

تھا برس چالیس کا میں اس مُسافر خانہ میں ۔ جبکہ مَینے وحیٔ ربّانی سے پایا افتخار

اس قدر یہ زندگی کیا افترا میں کٹ گئی ۔ پھر عجب تر یہ کہ نُصرت کے ہوئے جاری بحار

ہر قدم میں میرے مولیٰ نے دیئے مجھکو نشاں ۔ ہر عدو پر حجّتِ حق کی پڑی ہے ذوالفقار

نعمتیں وہ دیں مرے مولیٰ نے اپنے فضل سے ۔ جنسے ہیں معنیٔ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ آشکار

سایہ بھی ہو جائے ہے اوقاتِ ظلمت میں جُدا ۔ پر رہا وہ ہر اندھیرے میں رفیق و غمگسار

اس قدر نُصرت تو کاذب کی نہیں ہوتی کبھی ۔ گر نہیں باور نظیریں اسکی تم لاؤ دو چار

پھر اگر ناچار ہو اس سے کہ دو کوئی نظیر
اُس نہیں سے ڈرو جو بادشاہِ ہر دو دار

یہ کہاں سے سُن لیا تم نے کہ تم آزاد ہو
کچھ نہیں تم کو عقوبت گو کرو عصیاں ہزار

نعرۂ اَنَّا ظَلَمْنَا سُنّتِ ابرار ہے
زہر مُنہ کی مت دکھاؤ تم نہیں ہو نسلِ مار

جسم کو مَل مَل کے دھونا یہ تو کچھ مشکل نہیں
دِلکو جو دھووے وہی ہے پاک نزدِ کردگار

اپنے ایماں کو ذرا پردہ اُٹھا کر دیکھنا
مجھ کو کافر کہتے کہتے خود نہ ہوں از اہلِ نار

گر حیا ہو سوچ کر دیکھیں کہ یہ کیا راز ہے
وہ میری ذِلّت کو چاہیں پا رہا ہوں میں وقار

کیا بگاڑا اپنے مکروں سے ہمارا آجتک
اژدہا بن بن کے آئے ہو گئے پھر سوسمار

اے فقیہو عالمو مجھ کو سمجھ آتا نہیں
یہ نشانِ صدق پا کر پھر یہ کیں اور یہ نقار

صدق کو جب پایا اصحابِ رسول اللہ نے
اُس پہ مال و جان و تن بڑھ بڑھ کے کرتے تھے نثار

پھر عجب یہ علم یہ تنقید آثار و حدیث
دیکھ کر سو سو نشاں پھر کر رہے ہو تم فرار

بحث کرنا تم سے کیا حاصل اگر تم میں نہیں
روحِ انصاف و خدا ترسی کہ ہے دیں کا مدار

کیا مجھے تم چھوڑتے ہو جاہِ دنیا کے لئے
جاہِ دُنیا کب تلک دُنیا ہے خود ناپائیدار

کون در پردہ مجھے دیتا ہے ہر میداں میں فتح
کون ہے جو تم کو ہر دم کر رہا ہے شرمسار

تم تو کہتے تھے کہ یہ نابود ہو جائے گا جلد
یہ ہمارے ہاتھ کے نیچے ہے اِک ادنیٰ شکار

بات پھر یہ کیا ہوئی کس نے مری تائید کی
خائب و خاسر رہے تم ہو گیا میں کامگار

اِک زمانہ تھا کہ میرا نام بھی مستور تھا
قادیاں بھی تھی نہاں ایسی کہ گویا زیرِ غار

کوئی بھی واقف نہ تھا مجھ سے نہ میرا معتقد
لیکن اب دیکھو کہ چرچا کس قدر ہے ہر کنار

اُس زمانہ میں خدا نے دی تھی شہرت کی خبر
جو کہ اب پوری ہوئی بعد از مرورِ روزگار

کھولکر دیکھو براہیں جو کہ ہے میری کتاب
اس میں ہے یہ پیشگوئی پڑھ لو اُسکو ایکبار

اب ذرا سوچو کہ کیا یہ آدمی کا کام ہے
اسقدر امرِ نہاں پر کس بشر کو اقتدار

قدرتِ رحمٰن و مکرِ آدمی میں فرق ہے
جو نہ سمجھے وہ غبی از فرق تا پا ہے حمار

سوچ لو اے سوچنے والو کہ اب بھی وقت ہے
راہِ حرماں چھوڑ دو رحمت کے ہو اُمیدوار

سوچ لو یہ ہاتھ کس کا تھا کہ میرے ساتھ تھا
کس کے فرماں سے میں مقصد پا گیا اور تم ہو خوار

یہ بھی کچھ ایماں ہے یارو ہم کو سمجھائے کوئی
جبکہ ہر میداں میں پھل حرماں ہے اور ذلت کی مار

غُل مچاتے ہیں کہ یہ کافر ہے اور دجّال ہے
میں تو خود رکھتا ہوں انکے دیں اور ایماں سے عار

گر یہی دیں ہے جو ہے ان کے خصائل سے عیاں
میں تو اک کوڑی کو بھی لیتا نہیں ہوں زینہار

جان و دل سے ہم نثارِ ملّتِ اسلام ہیں
لیک دیں وہ رہ نہیں جس پر چلیں اہلِ نقار

واہ رے جوشِ جہالت خوب دکھلائے ہیں رنگ
جھوٹ کی تائید میں حملے کریں دیوانہ وار

ناز مت کر اپنے ایماں پر کہ یہ ایماں نہیں
اِسکو ہیرا مت گماں کر ہے یہ سنگِ کوہسار

پیٹنا ہوگا دو ہاتھوں سے کہ ہے ہے مر گئے
جبکہ ایماں کے تمہارے گند ہونگے آشکار

ہے یہ گھر گرنے پہ اے مغرور لے جلدی خبر
تا نہ دب جائیں ترے اہل و عیال و رشتہ دار

یہ عجب بدقسمتی ہے کس قدر دعوت ہوئی
پر اُترتا ہی نہیں ہے جامِ غفلت کا خُمار

ہوش پر آتے نہیں سو سو طرح کوشش ہوئی
دین پر سب آفتیں اکٹھی ہو گئیں قحط و وبا
ہے غضب کہتے ہیں اب وحیِ خدا مفقود ہے
ہے عقیدہ برخلافِ گفتۂ دادار ہے
وہ خدا اب بھی بناتا ہے جسے چاہے کلیم
گو پر وحیِ خدا کیوں توڑتا ہے ہوش کر
یہ وہ گل ہے جس کا ثانی باغ میں کوئی نہیں
یہ وہ ہے مفتاح جس سے آسماں کے در کھلیں
بس یہی ہتھیار ہے جس سے ہماری فتح ہے
ہے خدا دانی کا آلہ بھی یہی اسلام میں
ہے یہی وحیِ خدا عرفانِ مولیٰ کا نشاں
واہ رے باغِ محبت موت جس کی رہ گذر
ایسے دلبر کا فراغ لعنت ہے ازل سے تا ابد
ہر جو دنیا کمبخت کیڑے وہ کیا ڈھونڈیں اسے
ہر طرف آواز دینا ہے ہمارا کام آج
یاد وہ دن جبکہ کہتے تھے یہ سب ارکانِ دیں

ایسے کچھ سوئے کہ پھر ہوتے نہیں ہیں ہوشیار
اب تلک توبہ نہیں اب دیکھئے انجام کار
اب قیامت تک ہی اس اُمت کا قصوں پر مدار
پر اُتاری کون برسوں کا گلے سے اپنے ہار
اب بھی اُس سے بولتا ہے جس سے وہ کرتا ہے پیار
اک یہی دیں کے لئے ہے جائے عزّ و افتخار
یہ وہ خوشبو ہے کہ قرباں اس پہ ہو مشکِ تتار
یہ وہ آئینہ ہے جس سے دیکھ لیں روئے نگار
بس یہی اک قصر ہے جو عافیت کا ہے حصار
محض قصوں سے نہ ہو کوئی بشر طوفاں سے پار
جس کو یہ کامل ملے اس کو ملے وہ دوستدار
وصلِ یار اس کا ثمر ہے اور مگر داغی ہیں خار
جو نہیں اس کی طلب میں خود وہ دیوانہ وار
دیں اسے ملتا ہے جو دیں کے لئے ہو بیقرار
جس کی فطرت نیک ہے وہ آئیگا انجام کار
مہدیٔ موعودِ حق اب جلد ہو گا آشکار

کون تھا جس کی تمنا یہ نہ تھی اک جوش سے — کون تھا جس کو نہ تھا اس آنیوالے سے پیار

پھر وہ دن جب آ گئے اور چودھویں آئی صدی — سب سے اوّل ہو گئے مُنکر یہی دیں کے مُنار

پھر دوبارہ آ گئی احبار میں رسمِ یہود — پھر مسیحِ وقت کے دشمن ہوئے یہ جُبّہ دار

تھا نوشتوں میں یہی از ابتدا تا انتہا — پھر مٹے کیونکر کہ ہے تقدیر نے نقشِ جدار

میں تو آیا اس جہاں میں ابنِ مریم کی طرح — میں نہیں مامور از بہر جہاد و کارزار

پر اگر آتا کوئی جیسی انہیں اُمید تھی — اور کرتا جنگ اور دیتا غنیمت بے شمار

ایسے مہدی کیلئے میداں کھُلا تھا قوم میں — پھر تو اس پر جمع ہوتے ایکدم میں صد ہزار

پر یہ تھا رحمِ خداوندی کہ میں ظاہر ہوا — آگ آتی گر نہ میں آتا تو پھر جاتا قرار

آگ بھی پھر آ گئی جب دیکھ کر اتنے نشاں — قوم نے مجھ کو کہا کذاب ہے اور بدشعار

ہے یقیں یہ آگ کچھ مُدت تلک جاتی نہیں — ہاں مگر توبہ کریں با صد نیاز و انکسار

پر نہیں اِک اتفاقی امر تا ہوتا علاج — ہے خدا کے حُکم سے یہ سب تباہی اور تبار

وہ خدا جس نے بنایا آدمی اور دیں دیا — وہ نہیں راضی کہ بیدینی ہو انکا کاروبار

بے خدا بے زُہد و تقویٰ بے دیانت بے صفا — بن ہی یہ دنیائے دوں طاعوں کرے انہیں شکار

صیدِ طاعوں مت بنو پورے بنو تم متقی — یہ جو ایماں ہے زباں کا کچھ نہیں آتا بکار

موت سے گر خود ہو بے ڈر کچھ کرو بچوں پہ رحم — اُن کی رہ پر چل دیں گو کرو مت اختیار

بن کے رہنے والو تم ہرگز نہیں ہو آدمی — کوئی ہے روبہ کوئی خنزیر اور کوئی ہے مار

اِن دِلوں کو خود بدل دے اے مِری قادر خدا — تُو تو ربّ العالمیں ہے اور سب کا شہریار

تیرے آگے محو یا اثبات ناممکن نہیں — توڑنا یا جوڑنا یہ کام تیرے اختیار

ٹوٹے کاموں کو بنائے جب نگاہِ فضل ہو — پھر بنا کر توڑ دے اِک دم میں کر دے تار تار

تو ہی بگڑی کو بنادے توڑ دے جب بن چکے — تیرے بھیدوں کو نہ پاوے سو کرے کوئی بچار

جب کوئی دِل ظلمتِ عصیاں میں ہووے مبتلا — تیرے بِن روشن نہ ہووے گو چڑھیں سورج ہزار

اِس جہاں میں خواہشِ آزادگی بے سُود ہے — اِک تری قیدِ محبت ہے جو کر دے رُستگار

دِل جو خالی ہو گدازِ عشق سے وہ دِل ہے کیا — دِل وہی ہے جس کو نہیں بے دلبرِ یکتا قرار

فقر کی منزل کا ہے اوّل قدم نفیٔ وجُود — پس کرو اِس نفس کو زیر و زبر از بہرِ یار

تلخ ہوتا ہے ثمر جب تک کہ ہووے ناتمام — اِس طرح ایماں بھی ہے جب تک نہ ہو کامل پیار

تیرے مُنہ کی بھوک نے دِل کو کیا زیر و زبر — اے مرے فردوسِ اعلیٰ اب گِرا مجھ پر ثمار

اے خدا اے چارہ سازِ درد ہم کو خود بچا — اے مرے زخموں کے مرہم دیکھ میرا دلفگار

باغ میں تیری محبت کے عجب دیکھے ہیں پھل — ملتے ہیں مشکل سے ایسے سیب اور ایسے انار

تیرے بِن اے میری جاں یہ زندگی کیا خاک ہے — ایسے جینے سے تو بہتر مر کے ہو جانا غُبار

گر نہ ہو تیری عنایت سب عبادت ہیچ ہے — فضل پر تیرے ہے سب جہد و عمل کا انحصار

جن پہ ہے تیری عنایت وہ بدی سے دُور ہیں — رہ میں حق کی قوتیں اُن کی چلیں بن کر قطار

چھُٹ گئے شیطاں سے جو ہیں تیری اُلفت کے اسیر — جو ہوئے تیرے لئے بے برگ و بر پائی بہار

سب پیاسوں سے نکوتر تیرے مُنہ کی ہے پیاس
جس کا دل ہے اس سے بریاں پا گیا وہ آبشار

جس کو تیری دُھن لگی آخر وہ تجھکو جا مِلا
جس کو یہ بے چینی ہے یہ وہ پا گیا آخر قرار

عاشقی کی ہے علامت گریۂ دامانِ دشت
کیا مُبارک آنکھ جو تیرے لئے ہو اشکبار

تیری درگہ میں نہیں رہتا کوئی بھی بے نصیب
شرطِ رہ پر صبر ہے اور ترکِ نامِ اضطرار

ہیں تو تیرے حُکم سے آیا مگر افسوس ہے
چل رہی ہے وہ ہوا جو رخنہ اندازِ بہار

جیفۂ دنیا پہ اکثر گر گئے دُنیا کے لوگ
زندگی کیا خاک اُنکی جو کہ ہیں مردار خوار

دیں کو دیکر ہاتھ سے دُنیا بھی آخر جاتی ہے
کوئی آسُودہ نہیں بن عاشق و شیدائے یار

رنگِ تقویٰ سے کوئی رنگت نہیں ہے خوبتر
ہے یہی ایماں کا زیور ہے یہی دیں کا سنگار

سو چڑھے سُورج نہیں بِن روئے دلبر روشنی
یہ جہاں بے وصلِ دلبر ہے شبِ تاریک و تار

اے میرے پیارے جہاں میں تو ہی ہے اک بینظیر
جو ترے مجنوں حقیقت میں وہی ہیں ہوشیار

اِس جہاں کو چھوڑنا ہے تیرے دیوانوں کا کام
نقد پا لیتے ہیں وہ اور دوسرے امیدوار

کون ہے جس کے عمل ہوں پاک بے انوارِ عشق
کون کرتا ہے وفا بن اُس کے جس کا دل فگار

غیر ہو کر غیر پر مرنا کسی کو کیا غرض
کون دیوانہ بنے اِس راہ میں لیل و نہار

کون چھوڑے خواب شیریں کون چھوڑے اکل و شرب
کون لے خارِ مغیلاں چھوڑ کر پھولوں کے ہار

عشق ہے جس سے ہوں طے یہ سارے جنگل پُر خطر
عشق ہے جو سر جھکا دے زیرِ تیغِ آبدار

پر ہزار افسوس دُنیا کی طرف ہیں جھک گئے
وہ جو کہتے تھے کہ ہے یہ خانۂ ناپائیدار

جسکو دیکھو آجکل وہ شوخیوں میں طاق ہے
ممبروں پر اُن کے سارا گالیوں کا وعظ ہی
جس طرف دیکھو یہی دُنیا ہی مقصد ہوگئی
ایک کانٹا بھی اگر دیں کے لئے ان کو لگے
ہر زماں شکوہ زباں پر ہے اگر نا کام ہیں
لوگ کچھ باتیں کریں میری تو باتیں اور ہیں
اے مرے پیارے بتا تو کس طرح خوشنود ہو
جس طرح تو دُور ہے لوگوں سے میں بھی دُور ہو
نیک ظنی کرنا طریقِ صالحان قوم ہے
بیخبر دونو ہیں جو کہتے ہیں بد یا نیک مرد
ابن مریم ہوں مگر اُترا نہیں میں چرخ سے
ملک سے مجھکو نہیں مطلب نہ جنگوں سے ہی کام
تاج و تخت ہند قیصر کو مبارک ہو مدام
مجھکو کیا ملکوں سے میرا ملک ہی سب سے جُدا
ہم تو بستے ہیں فلک پر اس زمیں کو کیا کریں
ملکِ روحانی کی شاہی کی نہیں کوئی نظیر

آہ رحلت کر گئے وہ سب جو تھے تقویٰ شعار
مجلسوں میں اُنکی ہر دم سب غیبت کار و بار
ہر طرف اس کے لئے رغبت دلائیں بار بار
شیخ کم وہ اس سے بھاگیں تیر سے جیسے حمار
دین کی کچھ پروا نہیں دنیا کے غم میں سوگوار
ہیں فدائے یار ہوں گو تیغ کھینچے صد ہزار
نیک دل ہوگا وہی جب تجھ پہ ہووے ہم نثار
ہی نہیں کوئی بھی جو ہو میرے دل کا رازدار
لیک سو پردے میں ہوں اُن سے نہیں ہوں آشکار
میرے باطن کی نہیں اُن کو خبر اک ذرہ وار
نیز مہدی ہوں مگر بے تیغ اور بے کارزار
کام میرا ہے دلوں کو فتح کرنا نے دیار
اُنکی شاہی میں میں پاتا ہوں رفاہِ روزگار
مجھکو کیا تاجوں سے میرا تاج ہے رضوانِ یار
آسماں کی رہنے والوں کو زمیں سے کیا نقار
گو بہت دنیا میں گذرے ہیں امیر و تاجدار

داغِ لعنت ہے طلب کرنا زمیں کا عز و جاہ
جس کا جی چاہے کرے اُس داغ سے وہ تن فگار

کام کیا عزت سے ہمکو شہرتوں سے کیا غرض
گر وہ ذلت سے ہو راضی ہیں یہ سو عزت نثار

ہم اُسی کے ہوگئے ہیں جو ہمارا ہوگیا
چھوڑ کر دنیائے دُوں کو ہم نے پایا وہ نگار

دیکھتا ہوں اپنے دلکو عرشِ ربّ العالمیں
قُرب اتنا بڑھ گیا جس سے ہے اُترا مجھ میں یار

دوستی بھی ہی عجب جس سی ہوں آخر دوستی
آملی اُلفت سے اُلفت ہو کے دو دل پر سوار

دیکھ لو میل و محبت میں عجب تاثیر ہے
ایک دِل کرتا ہی جھک کر دوسری دلکو شکار

کوئی رہ نزدیک تر راہِ محبت سی نہیں!
طے کریں اُس راہ سی سالک ہزاروں دشتِ خار

اُس کے پانیکا یہی اے دوستو اک راز ہی
کیمیا ہے جس سی ہاتھ آجائیگا زر بے شمار

تیر تاثیرِ محبت کا خطا جاتا نہیں
تیر اندازو نہ ہونا سُست اس میں زینہار

ہے یہی اک آگ تا تم کو بچاوے آگ سی
ہے یہی پانی کہ نکلیں جس سے صدہا آبشار

اِس سے خود آکر ملیگا تم سی وہ یارِ ازل
اس سے تم عرفانِ حق سے پہنو گے پھولوں کے ہار

وہ کتابِ پاک و برتر جسکا فُرقاں نام ہے
وہ یہی دیتی ہے طالب کو بشارت بار بار

جن کو ہے انکار اس سی سخت ناداں ہیں وہ لوگ
آدمی کیونکر کہیں جب ان میں ہے حمقِ حمار

کیا یہی اسلام کا ہے دوسرے دینوں پہ فخر
کر دیا قصّوں پہ سارا ختم دیں کا کاروبار

مغزِ فرقانِ مطہر کیا یہی ہے زُہدِ خشک
کیا یہی چوہا ہے نکلا کھود کر یہ کوہسار

کیا یہی اسلام ہے بس ہوگئی اُمّت ہلاک
کسطرح رہ پل سکے جب دیں ہی ہو تاریک تار

منہ کو اپنے کیوں بگاڑا نا امیدوں کی طرح
کس طرح کے تم بشر ہو دیکھتے ہو صد نشاں
بات سب پوری ہوئی پر تم وہی ناقص رہے
دیکھ لو وہ ساری باتیں کس طرح پوری ہوئیں
اس زمانہ میں ذرا سوچو کہ میں کیا چیز تھا
اب ذرا سوچو کہ اب چرچا مرا کیسا ہوا
جانتا تھا کون کیا عزت تھی پبلک میں مجھے
تھے رجوعِ خلق کے اسباب مال و علم و حکم
لیک ان چاروں سے میں محروم تھا اور بے نصیب
پھر دکھایا نام کافر ہو گیا مطعونِ خلق
اس پہ بھی میرے خدا نے یاد کر کے اپنا قول
سارے منصوبے جو تھے میری تباہی کیلئے
سوچکر دیکھو کہ کیا یہ آدمی کا کام ہے
مکرِ انساں کو مٹا دیتا ہے انسانِ دگر
مفتری ہوتا ہے آخر اس جہاں میں رو سیہ
مفتری کی ایسی دم لمبی نہیں ہوتی کبھی

فیض کے در کھل رہے ہیں اپنے دامن کو پسار
پھر وہی ضد و تعصب اور وہی کین و نقار
باغ میں ہو کر بھی قسمت میں نہیں دیں کی ثمار
جن کا ہونا تھا بعید از عقل و فہم و افتکار
جس زمانہ میں براہیں کا دیا تھا اشتہار
کسطرح سرعت سے شہرت ہو گئی در ہر دیار
کس جماعت کی تھی مجھ سے کچھ ارادت یا پیار
خاندانِ فقر بھی تھا باعثِ عزت و وقار
ایک نشاں تھا کہ خارج از حساب و از شمار
کفر کے فتووں نے مجھکو کر دیا بے اعتبار
مرجعِ عالم بنایا مجھکو اور دیں کا مدار
کر دیئے اس نے تبہ جیسے کہ ہو گرد و غبار
کوئی بتلائے نظیر اسکی اگر کرنا ہی وار
پر خدا کا کام کب بگڑے کسی سے زینہار
جلد تر برہم ہے ہوتا افترا کا کاروبار
جو ہو مثلِ مدتِ فخر الرسل ؐ فخر الخیار

حسرتوں سے میرا دل پر ہے کہ کیوں منکر ہو تم
یہ عجب آنکھیں ہیں سورج بھی نظر آتا نہیں
قوم کی بد قسمتی اس سرکشی سے کھل گئی
قوم میں ایسے بھی پاتا ہوں جو ہیں دنیا کے کرم
مکر کے بل چل رہی انکی گاڑی روز و شب
دیں کی کاموں میں تو انکی لڑکھڑا جاتے ہیں قدم
حلت و حرمت کی کچھ پرواہ نہیں باقی رہی
لاف زہد و راستی ہو پیالہ تلبیس ہے بھرا
اے عزیزو کب تلک چل سکتی ہے کاغذ کی ناؤ
ہم او وانی زندگی ہے موت کے اندر نہاں
اے خدا کمزور ہیں ہم اپنے ہاتھوں سے اٹھا
تیری عظمت کی کرشمے دیکھتا ہوں ہر گھڑی
کام دکھلائے جو تو نے میری نصرت کیلئے
کسطرح تو نے سچائی کو مری ثابت کیا
ہے عجب اک خاصیت تیری جمال و حسن میں
اے میرے پیارے ضلالت میں پڑی ہے میری قوم

یہ گھٹا اب جھوم جھوم آتی ہے دل پر بار بار
کچھ نہیں چھوڑا حسد نے عقل اور سوچ اور بچار
پر وہی ہوتا ہے جو تقدیر سے پایا قرار
مقصد انکی زیست کا ہے شہوت و خمر و قمار
نفس و شیطاں نے اٹھایا ہے انہیں جیسے کہار
لیک دنیا کیلئے ہیں نوجوان و ہوشیار
ٹھونس کر مردار پیٹوں میں نہیں لیتے ڈکار
ہے زباں میں سب شرف اور پیچ دل جیسے چمار
ایک دن ہے غرق ہونا با دو چشم اشکبار
گلشن دلبر کی رہ ہے وادئ غربت کے خار
ناتواں ہم ہیں ہمارا خود اٹھا لے سارا بار
تیری قدرت دیکھ کر دیکھا جہاں کو مردہ دار
پھرتے ہیں آنکھوں کے آگے ہر زماں وہ کاروبار
میں تری قرباں مری جاں تیرے کاموں پر نثار
جسنے اک چمکار سے مجھکو کیا دیوانہ وار
تیری قدرت سے نہیں کچھ دور گر پائیں سدھار

مجھکو کافر کہتے ہیں میں بھی انہیں مومن کہوں
مجھ پہ اے واعظ نظر کی یار نے تجھ پر نہ کی
رخنۂ آدم کہ تھا وہ نامکمل اب تلک
وہ خدا جس نے نبی کو تھا زرِ خالص دیا
وہ دکھاتا ہے کہ دیں میں کچھ نہیں اکراہ و جبر
پس یہی ہے رمز جو اسنے کیا منع از جہاد
تا دکھاوے منکروں کو دیں کی ذاتی خوبیاں
کہتے ہیں یورپ کے ناداں یہ نبی کامل نہیں
پر بنانا آدمی وحشی کو ہے اِک معجزہ
نور لائے آسماں سے خود بھی وہ اک نور تھے
روشنی میں مہرِ تاباں کی بھلا کیا فرق ہو
اے مری پیارو شکیب و صبر کی عادت کرو
نفس کو مارو کہ اس جیسا کوئی دشمن نہیں
جسنے نفسِ دوں کو ہمت کرکے زیرِ پا کیا
گالیاں سنکر دعا دو پاکے دکھ آرام دو
تم نہ گھبراؤ اگر وہ گالیاں دیں ہر گھڑی

گر نہ ہو پرہیز کرنا جھوٹ سے دیں کا شعار
حیف اس ایماں پہ جس سے کفر بہتر لاکھ بار
میری آنیسے ہوا کابل بجملہ برگ و بار
زیورِ دیں کو بناتا ہے وہ اب مثلِ سنار
دیں تو خود کھینچے ہی دل مثلِ بتِ سیمیں عذار
تا اٹھاوے دیں کی رہ سے جو اٹھا تھا اِک غبار
جن سے ہوں شرمندہ جو اسلام پر کرتے ہیں وار
وحشیوں میں دیں کو پھیلانا یہ کیا مشکل تھا کار
معنئی رازِ نبوت ہے اِسی سے آشکار
قومِ وحشی سے اگر پیدا ہوئے کیا جائے عار
گرچہ نکلے روم کی سرحد سے یا از زنگبار
وہ اگر پھیلائیں بدبو تم بنو مشکِ تتار
چپکے چپکے کرتا ہے پیدا وہ سامانِ دیار
چیز کیا ہیں اسکے آگے رستم و اسفندیار
کبر کی عادت جو دیکھو تم دِکھاؤ انکسار
چھوڑ دو انکو کہ چھپوائیں وہ ایسے اشتہار

چپ رہو تم دیکھ کر انکے رسالوں میں ستم
دم نہ مارو گر وہ ماریں اور کردیں حالِ زار

دیکھ کر لوگوں کا جوش و غیظ مت کچھ غم کرو
شدتِ گرمی کا ہے محتاج بارانِ بہار

افترا انکی نگاہوں میں ہمارا کام ہے
یہ خیال اللہ اکبر! کس قدر ہے نابکار

خیر خواہی میں جہاں کی خوں کیا ہمنے جگر
جنگ بھی تھی صلح کی نیت سے اور کیں سے فرار

پاک دلپر بدگمانی ہے یہ شقوت کا نشاں
ابتو آنکھیں بند ہیں دیکھیں گے پھر انجامِ کار

جبکہ کہتے ہیں کہ کاذب پھولتا پھلتا نہیں
پھر مجھے کہتے ہیں کاذب دیکھ کر میرے ثمار

کیا تمہاری آنکھ سب کچھ دیکھکر اندھی ہوئی
کچھ تو اُس دن سے ڈرو یارو کہ ہے روزِ شمار

آنکھ رکھتے ہو ذرا سوچو کہ یہ کیا راز ہے؟
کس طرح ممکن کہ وہ قدوس ہو کاذب کا یار

یہ کرم مجھ پر ہے کیوں کوئی تو اسمیں بات ہے
بے سبب ہرگز نہیں یہ کاروبارِ کردگار

مجھکو خود اس نے دیا ہے چشمۂ توحید پاک
تا لگا دے از سرِ نو باغِ دیں میں لالہ زار

دوش پر میری وہ چادر ہے کہ دی اُس یار نے
پھر اگر قدرت ہے اے منکر تو یہ چادر اُتار

خیرگی سے بدگمانی اس قدر اچھی نہیں
اِن دنوں میں جبکہ ہے شورِ قیامت آشکار

ایک طوفاں ہے خدا کے قہر کا اب جوش پر
نوح کی کشتی میں جو بیٹھے وہی ہو رستگار

صدق سے میری طرف آؤ اسی میں خیر ہے
ہیں درندے ہر طرف میں عافیت کا ہوں حصار

پشتیٔ دیوارِ دیں اور مامنِ اسلام ہوں
نارسا ہے دستِ دشمن تا بفرقِ ایں جدار

جاہلوں میں اس قدر کیوں بدگمانی بڑھ گئی
کچھ بُری آئے ہیں دن یا پڑ گئی لعنت کی مار

کچھ تو سمجھیں بات کو یہ دل میں ارماں ہی رہا
واہ رے شیطاں عجب انکو کیا اپنا شکار

اے کہ ہر دم بدگمانی تیرا کاروبار ہے
دوسری قوت کہاں گم ہو گئی اے ہوشیار

میں اگر کاذب ہوں کذابوں کی دیکھو گا سزا
پر اگر صادق ہوں پھر کیا عذر ہے روزِ شمار

اِس تعصب پر نظر کرنا کہ میں اِسلام پر
ہوں فدا پھر بھی مجھے کہتے ہیں کافر بار بار

میں وہ پانی ہوں کہ آیا آسماں سے وقت پر
میں وہ ہوں نورِ خدا جس سے ہوا دن آشکار

ہائے وہ تقویٰ جو کہتے تھے کہاں مخفی ہوئی
ساربانِ نفسِ دُوں نے کس طرف پھیری مہار

کام جو دکھلائے اُس خلاق نے میرے لئے
کیا وہ کر سکتا ہے جو ہو مُفتری شیطاں کا یار

بیٹھے روتے روتے دامن کر دیا تر درد سے
اب تلک تم میں وہی خشکی رہی با حالِ زار

ہائے یہ کیا ہو گیا عقلوں پہ کیا پتھر پڑے
ہو گیا آنکھوں کے آگے انکی دن تاریک و تار

یا کسی مخفی گناہ سے شامتِ اعمال ہے
جس سے عقلیں ہو گئیں بیکار اِک مُردہ وار

گردنوں پر انکی ہے رب عالم لوگو نکا گناہ
جن کے وعظوں سے جہاں کی آگیا دلمیں غبار

ایسے کچھ سوئے کہ پھر جاگے نہیں ہیں اب تلک
ایسے کچھ بھُولے کہ پھر نسیاں ہوا گردن کا ہار

نوعِ انساں میں بدی کا تخم بونا ظلم ہے
وہ بدی آتی ہے اس پہ جو ہوا اس کا شکار

چھوڑ کر قرآں کو آثارِ مخالف پر جمے
سر پہ مسلم اور بخاری کے دیا حق کا بار

جبکہ ہے امکانِ کذب و کجروی اخبار میں
پھر حماقت ہے کہ رکھیں سب انہی پر انحصار

جبکہ ہم نے نورِ حق دیکھا ہے اپنی آنکھ سے
جبکہ خود وحیٔ خدا نے دی خبر یہ بار بار

پھر یقیں کو چھوڑ کر ہم کیوں گمانوں پر چلیں
خود کہو رؤیت ہے بہتر یا نقولِ پُر غبار

تفرقہ اسلام میں نقلوں کی کثرت سے ہوا
جس سے ظاہر ہے کہ راہِ نقل ہے بے اعتبار

نقل کی تھی اک خطا کاری مسیحا کی حیات
جس سے دینِ نصرانیت کا ہو گیا خدمتگذار

صد ہزاراں آفتیں نازل ہوئیں اسلام پر
ہو گئے شیطاں کے چیلے گردنِ دیں پر سوار

موتِ عیسٰے کی شہادت دی خدا نے صاف صاف
پھر احادیثِ مخالف رکھتی ہیں کیا اعتبار

گر گماں صحت کا ہو پھر قابلِ تاویل ہیں
کیا حدیثوں کیلئے فرقاں پہ کر سکتے ہو وار

وہ خدا جس نے نشانوں سے مجھے تمغہ دیا
اب بھی وہ تائیدِ فرقاں کر رہا ہے بار بار

سر کو پیٹو آسماں سے اب کوئی آتا نہیں
عمرِ دنیا سے بھی اب ہے آ گیا ہفتم ہزار

اس کے آتے آتے دیں کا ہو گیا قصہ تمام
کیا وہ تب آئیگا جب دیکھیگا اِس دیں کی مزار

کشتیٔ اسلام بے لطفِ خدا اب غرق ہے
اے جنوں کچھ کام کر بیکار ہیں عقلوں کے وار

مجھکو دے اِک فوقِ عادت اے خدا جوش و تپش
جس سے میں ہو جاؤں غم میں دیں کے اِک دیوانہ وار

وہ لگا دے آگ میرے دل میں ملت کیلئے
شعلے پہنچیں جس کے ہر دم آسماں تک بیشمار

اے خدا تیرے لئے ہر ذرہ ہو میرا فدا
مجھکو دکھلا دے بہارِ دیں کہ میں ہوں اشکبار

خاکساری کو ہماری دیکھ اے دانائے راز
کام تیرا کام ہے ہم ہو گئے اب بے قرار

اِک کرم کر پھیر دے لوگوں کو فرقاں کیطرف
نیز دے توفیق تا وہ کچھ کریں سوچ اور بچار

ایک فرقاں ہے جو شک اور ریب سے وہ پاک ہے
بعد اسکے ظنِ غالب کو ہیں کرتے اختیار

پھر اگر یہ نقلیں بھی میری طرف سے پیش ہوں
تنگ ہو جائے مخالف پر مجالِ کارزار

باغ مُرجھایا ہوا تھا گر گئے تھے سب ثمر
میں خدا کا فضل لایا پھر ہوئے پیدا ثمار

مرہمِ عیسےٰ نے دی تھی محض عیسےٰ کو شفا
میری مرہم سے شفا پائیگا ہر مُلک و دیار

جھانکتے تھے نور کو وہ روزنِ دیوار سے
لیک جب در کھُل گئے پھر ہو گئے شپّر شعار

وہ خزائن جو ہزاروں سال سے مدفون تھے
اب میں دیتا ہوں اگر کوئی ملے اُمیدوار

پر ہوئے دیں کیلئے یہ لوگ مارِ آستیں
دشمنوں کو خوش کیا اور ہو گیا آزردہ یار

غُل مچاتے ہیں کہ یہ کافر ہے اور دجّال ہے
پاک کو ناپاک سمجھے ہو گئے مُردار خوار

گو وہ کافر کہہ کے ہم سے دُور تر ہیں جا پڑے
اُنکے غم میں ہم تو پھر بھی ہیں حزین و دلفگار

ہمنے یہ مانا کہ ان کے دِل ہیں پتھر ہو گئے
پھر بھی پتھر سے نکل سکتی ہے دینداری کی نار

کیسے ہی وہ سخت دل ہوں ہم نہیں ہیں نا اُمید
آیتِ لَاتَیْئَسُوْا رکھتی ہے دِل کو اُستوار

پیشہ ہے رونا ہمارا پیشِ ربِّ ذوالمنن
یہ شجر آخر کبھی اس نہر سے لائیں گے بار

جنمیں آیا ہے مسیح وقت وہ منکر ہوئے
مر گئے تھے اِس تمنّا میں خواصِ ہر دیار

میں نہیں کہتا کہ میری جاں ہے سب سے پاک تر
میں نہیں کہتا کہ یہ میرے عمل کے ہیں ثمار

میں نہیں رکھتا تھا اس دعویٰ سے اک ذرہ خبر
کھول کر دیکھو براہیں کو تا ہو اعتبار

گر کہے کوئی کہ یہ منصب تھا شایانِ قریش
وہ خدا سے پوچھ لے میرا نہیں یہ کاروبار

مجھکو بس ہے وہ خدا عہدوں کی کچھ پروا نہیں
ہو سکے تو خود بنو مہدی بحکمِ کردگار

افترا لعنت ہے اور ہر مفتری ملعون ہے
پھر لعیں وہ بھی ہے جو صادق سے رکھتا ہے نقار

تشنہ بیٹھے ہو کنارِ جوئے شیریں حیف ہے
سرزمینِ ہند میں چلتی ہے نہرِ خوشگوار

اِن نشانوں کو ذرا سوچو کہ کس کے کام ہیں
کیا ضرورت ہے کہ دکھلاؤ غضب دیوانہ وار

مُفت میں ملزم خدا کے مت بنو اے منکرو
یہ خدا کا ہے نہ ہے یہ مُفتری کا کاروبار

یہ فتوحاتِ نمایاں یہ تواتر سے نشاں
کیا یہ ممکن ہیں بشر سے کیا یہ مکاروں کا کار

ایسی سُرعت سے یہ شہرت ناگہاں سالوں کے بعد
کیا نہیں ثابت یہ کرتی صدقِ قولِ کردگار

کچھ تو سوچو ہوش کر کے کیا یہ معمولی ہے بات
جس کا چرچا کر رہا ہے ہر بشر اور ہر دیار

مِٹ گئے حیلے تمہارے ہو گئی حجت تمام
اب کہو کس پر ہوئی اے منکرو لعنت کی مار

بندۂ درگاہ ہوں اور بندگی سے کام ہے
کچھ نہیں ہے فتح سے مطلب نہ دلمیں خوفِ ہار

مت کرو بک بک بہت اُنکی دلوں پر ہے نظر
دیکھتا ہے پاکیٔ دِل کو نہ باتوں کی سنوار

کیسے پتھر پڑ گئے ہے ہے تمہاری عقل پر
دیں ہے منہ میں گُرگ کے تم گرگ کے خود پاسدار

ہر طرف سے پڑ رہے ہیں دینِ احمدؐ پر تبر
کیا نہیں تم دیکھتے قوموں کو اور انکے وہ وار

کونسی آنکھیں جو اسکو دیکھ کر روتی نہیں
کونسے دِل ہیں جو اس غم سے نہیں ہیں بیقرار

کھا رہا ہے دیں طمانچے ہاتھ سے قوموں کے آج
اِک تزلزل میں پڑا اسلام کا عالی منار

یہ مصیبت کیا نہیں پہنچی خدا کے عرش تک
کیا یہ شمس الدیں نہاں ہو جائیگا اب زیرِ غار

جنگِ روحانی ہے اب اس خادم و شیطان کا
دِل گھٹا جاتا ہے یارب سخت ہے یہ کارزار

ہر نبی وقت نے اس جنگ کی دی تھی خبر
کر گئے وہ سب دعائیں باد و چشم اشکبار

اسجدا شیطاں یہ مجھکو فتح دی رحمت کے ساتھ
وہ اکٹھی کر رہا ہے اپنی فوجیں بے شمار

جنگ یہ بڑھ کر ہے جنگ روس اور جاپان سے
میں غریب اور ہے مقابل پر حریف نامدار

دل نکل جاتا ہے قابو سے یہ مشکل سوچ کر
اے مری جاں کی پناہ فوج ملائک کو اتار

بستر راحت کہاں ان فکر کے ایام میں
غم سے ہر دن ہو رہا ہے بدتر از شبہائے تار

لشکر شیطاں کے نرغہ میں جہاں ہے گھر گیا
بات مشکل ہو گئی قدرت دکھا اے میرے یار

نسل انساں سے مدد اب مانگنا بیکار ہے
اب ہماری ہے تری درگاہ میں یارب پکار

کیوں کرینگے وہ مدد انکو مدد سے کیا غرض
ہم تو کافر ہو چکے ان کی نظر میں بار بار

پر مجھے رہ رہ کے آتا ہے تعجب قوم سے
کیوں نہیں وہ دیکھتے جو ہو رہا ہے آشکار

شکر للہ میری بھی آہیں نہیں خالی گئیں
کچھ بنیں طاعوں کی صورت کچھ زلازل کی لچار

اک طرف طاعون خونی کھا رہا ہے ملک کو
ہو رہے ہیں صد ہزاراں آدمی اس کا شکار

دوسرے منگل کے دن آیا تھا ایسا زلزلہ
جس سے اک محشر کا عالم تھا بصد شور و پکار

ایک ہی دم میں ہزاروں اس جہاں سے چلدیئے
جس قدر گھر گر گئے ان کا کروں کیونکر شمار

یا تو وہ عالی مکاں تھے زینت و زیب جلوس
یا ہوئے اک ڈھیر اینٹوں کا پڑا از گرد و غبار

حشر جسکو کہتے ہیں اکدم میں برپا ہو گیا
ہر طرف میں مرگ کی آواز تھی اور اضطرار

دب گئے نیچے پہاڑوں کے کئی دیہات و شہر
مر گئے لاکھوں بشر اور ہو گئے دنیا سے پار

اس نشاں کو دیکھ کر پھر بھی نہیں ہیں نرم دل ۔ بس خدا جانے کہ اب کس حشر کا ہے انتظار

وہ جو کہلاتے تھے صوفی کیں میں سب سے بڑھ گئے ۔ کیا یہی عادت تھی شیخِ غزنوی کی یادگار

کہتے ہیں لوگوں کو ہم بھی زبدۃ الابرار ہیں ۔ پڑتی ہے ہم پر بھی کچھ کچھ وحیِ رحماں کی پھوار

پھر وہی نافہم ملہم اوّل الاعداء ہوئے ۔ آگیا چرخِ بریں سے ان کو تکفیروں کا مار

سب نشاں بیکار اُنکے بغض کی آگے ہوئے ۔ ہو گیا تیرِ تعصب ان کے دل کے وار پار

دیکھتے ہر گز نہیں قدرت کو اس ستار کی ۔ گو سُنا دیں اُن کو وہ اپنی بجاتی ہیں ستار

صوفیا اب ہیچ ہے تیری طرح تیری تراہ ۔ آسماں سے آگئی میری شہادت بار بار

قُدرتِ حق ہے کہ تم بھی میرے دشمن ہو گئے ۔ یا محبت کے وہ دن تھے یا ہوا ایسا نقار

دھو دیئے دل سے وہ سارے صحبتِ دیرینہ رنگ ۔ پھول بنکر ایک مُدّت تک ہوئے آخر کو خار

جسقدر نقدِ تعارف تھا وہ کھو بیٹھے تمام ۔ آہ کیا یہ دِل میں گزرا ہوں میں بس سیہ لفگار

آسماں پر شور ہے پر کچھ نہیں تم کو خبر ۔ دِن تو روشن تھا مگر ہے بڑھ گئی گرد و غبار

اِک نشاں ہے آنیوالا آج سے کچھ دن کے بعد ۔ جس سے گردش کھائینگے دیہات و شہر اور مرغزار

آئیگا قہرِ خدا سے خلق پر اِک انقلاب ۔ اِک برہنہ سے نہ یہ ہوگا کہ تا باندھے ازار

یک بیک اِک زلزلہ سے سخت جنبش کھائینگے ۔ کیا بشر اور کیا شجر اور کیا حجر اور کیا بحار

اِک جھپک میں یہ زمیں ہو جائیگی زیر و زبر ۔ نالیاں خوں کی چلیں گی جیسے آبِ رودبار

رات جو رکھتے تھے پوشاکیں برنگِ یاسمن ۔ صبح کر دیگی انہیں مثلِ درختانِ چنار

(الحکم جلد ۹ نمبر ۱۵ مورخہ ۳۰ اپریل ۱۹۰۵ء)

ہوش اُڑ جائینگے انساں کے پرندوں کے حواس
بھُولیں گے نغموں کو اپنے سب کبوتر اور ہزار

ہر مسافر پر وہ ساعت سخت ہے اور وہ گھڑی
راہ کو بھُولینگے ہو کر مست و بیخود راہوار

خون سے مُردوں کے کوہستان کے آبِ رواں
سُرخ ہو جائینگے جیسے ہو شرابِ انجبار

مُضمحل ہو جائینگے اس خوف سے سب جن و انس
زار بھی ہوگا تو ہوگا اُس گھڑی با حالِ زار

اِک نمونہ قہر کا ہوگا وہ ربانی نشاں
آسماں حملے کریگا کھینچکر اپنی کٹار

ہاں نہ کر جلدی سے انکار اے سفیہ ناشناس
اِسپہ ہے میری سچائی کا سبھی دار و مدار

وحیِ حق کی بات ہے ہو کر رہے گی بے خطا
کچھ دنوں کر صبر ہو کر متقی اور بُردبار

یہ گماں مت کر کہ یہ سب بدگمانی ہے مُعاف!
قرض ہے واپس ملے گا تجھ کو یہہ سارا اُدھار

براہین احمدیہ حصہ پنجم — صفحہ ۹۰ و ۹۱

متفرق اشعار

نہیں محصور ہرگز راستہ قدرت نمائی کا
خدا کی قدرتوں کا حصر دعویٰ ہے خدائی کا

براہین احمدیہ حصہ چہارم — صفحہ ۱۲۵ — ۱۸۸۴ء

جس نے پیدا کیا وہی جانے ✣ دوسرا کیونکر اس کو پہچانے
غیر کو غیر کی خبر کیا ہو ✣ نظرِ دور کار گر کیا ہو

ہم نے اُلفت میں تری بار اُٹھایا کیا کیا ؎ تجھکو دکھلا کے فلک نے ہے دکھایا کیا کیا

(سرمہ چشم آریہ آخر صفحہ ۱۸۸۶ء)

کیا شک ہے ماننے میں تمہیں اس مسیح کے ؎ جس کی مماثلت کو خدا نے بتا دیا

حاذق طبیب پاتے ہیں تم سے یہی خطاب ؎ خوبوں کو بھی تو تم نے مسیحا بنا دیا

([illegible])

جو ہمارا تھا وہ اب دلبر کا سارا ہو گیا ؎ آج ہم دلبر کے اور دلبر ہمارا ہو گیا

شکر للہ مل گیا ہم کو وہ لعلِ بے بدل ؎ کیا ہوا گر قوم کا دل سنگِ خارا ہو گیا

(ازالہ اوہام حصہ دوم صفحہ ۷۶۵ ۱۸۹۱ء)

اِک کرشمہ اپنی قدرت کا دکھا ؎ تجھکو سب قدرت ہے اے ربّ الوریٰ

حق پرستی کا مِٹا جاتا ہے نام ؎ اِک نشاں دکھلا کہ ہو حجت تمام

([illegible])

پیشگوئی کا انجام

پیشگوئی کا جب انجام ہویدا ہوگا ؎ قدرتِ حق کا عجب ایک تماشا ہوگا

جھوٹ اور سچ میں جو ہے فرق وہ پیدا ہوگا ؎ کوئی پا جائیگا عزت کوئی رُسوا ہوگا

([illegible])

لوگوں کے بغضوں سے اور کینوں سے کیا ہوتا ہے ؎ جس کا کوئی بھی نہیں اس کا خدا ہوتا ہے

بے خدا کوئی بھی ساتھی نہیں تکلیف کے وقت ؎ اپنا سایہ بھی اندھیرے میں جُدا ہوتا ہے

(اشتہار معیار الاخیار بر حاشیہ ۱۸۸۸ء)

جس کی تعلیم یہ جہالت ہے ؁ آیسے دیں پر ہزار لعنت ہے
دوستو اک نظر خدا کے لئے ؁ سیّد الخلق مصطفٰی کیلئے

(چشمہ معرفت ص ۲۵۵ ۱۹۰۸ء)

کوئی جو مُردوں کے عالم میں جاوے ؁ وہ خود ہو مُردہ تب وہ راہ پاوے
کہو زندوں کا مُردوں سے ہے کیا جوڑ ؁ یہ کیوں کر ہو کوئی ہم کو بتاوے

(ایام الصلح صفحہ ۱۲۳ سنہ ۱۸۹۹ء)

کیا تضرع اور توبہ سے نہیں ٹلتا عذاب ؁ کس کی یہ تعلیم ہے دکھلاؤ تم مجھکو شتاب
اے عزیزو اسقدر کیوں ہو گئے تم بے حیا ؁ کلمہ گو ہو کچھ تو لازم ہے تمہیں خوفِ خدا

(تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۱۹ سنہ ۱۹۰۷ء)

مرگیا بدبخت اپنے وار سے ؁ کٹ گیا سر اپنی ہی تلوار سے
کھل گئی ساری حقیقت سیف کی ؁ کم کرو اب ناز اس مُردار سے

(نزول المسیح صفحہ ۲۱۲ سنہ ۱۹۰۸ء)

الہامی کلام!

برتر گمان و وہم سے احمدؐ کی شان ہے ؁ اس کا غلام دیکھو مسیح الزمان ہے

از کلام:- حضرت مسیح موعودؑ

مکفّرین کا انجام

قادر کے کاروبار نمودار ہو گئے ؁ کافر جو کہتے تھے وہ گرفتار ہو گئے

کافر جو کہتے تھے وہ نگونسار ہو گئے ؛ جتنے تھے سب کے سب ہی گرفتار ہو گئے

بدر نومبر سنہ ۱۹۰۶ء

قادر ہے وہ بارگاہ ٹوٹا کام بناوے ؛ بنا بنایا توڑ دے کوئی اس کا بھید نہ پاوے

چل رہی ہے نسیم رحمت کی! جو دعا کیجئے قبول ہے آج!

دشمن کا بھی خوب وار نکلا! ؛ تس پر بھی وہ وار پار نکلا!

(الحکم ص۷ ۔ ۳۰ اپریل سنہ ۱۹۰۲ء)

پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی ؛ (حقیقۃ الوحی ص۹۹)

پھر بہار آئی تو آئے ثلج کے آنے کے دن (〃 ص۱)

پاک محمد مصطفےٰ نبیوں کا سردار ؛ (حقیقۃ الوحی ص۸۷)

اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے (〃 ص۸)

چمک دکھلاؤں گا تم کو اس نشاں کی پنج بار (حقیقۃ الوحی ص۱)

کشتیاں چلتی ہیں تا ہوں کشتیاں (〃 ص۱۰۳)

مباش ایمن از بازیٔ روزگار ؛ مکن تکیہ بر عمر ناپایدار!

یہاں سے وہ اشعار شروع ہوتے ہیں جو حضرت اقدس کی وفات کے بعد دستیاب ہوئے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؛ نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

بدظنی پر

اگر دل میں تمھارے شر نہیں ہے ؛ تو پھر کیوں ظنِ بد سے ڈر نہیں ہے

کوئی جو ظنِ بد رکھتا ہے عادت ؛ بدی سے خود وہ رکھتا ہے ارادت!

گماں بد شیاطیں کا ہے پیشہ — نہ اہلِ عزت و دیں کا ہے پیشہ
تمہارے دل میں شیطاں سے ہے بچتے — اسی سے ہیں تمہارے کام پہنچتے
وہی کرتا ہے ظنِ بد بلا ریب! — کہ جو رکھتا ہے پردہ میں وہی عیب
وہ فاسق ہے کہ جس نے رہ گنوایا — منظر بازی کو اک پیشہ بنایا
مگر عاشق کو ہرگز بد نہ کہیو — وہاں بد ظنیوں سے بچ کے رہیو
اگر عشاق کا ہو پاک دامن — یقیں سمجھو کہ ہے تریاق دامن
مگر مشکل یہی ہے درمیاں میں — کہ گُل بے خار کم ہیں بوستاں میں
تمہیں یہ بھی سُناؤں اس بیاں میں — کہ عاشق کس کو کہتے ہیں جہاں میں
وہ عاشق ہے کہ جس کو حسبِ تقدیر — محبت کے کمال سے آ لگا تیر
نہ شہوت ہے نہ ہے کچھ نفس کا جوش — ہوا اُلفت کے پیمانوں سے مدہوش
لگی سینے میں اُس کے آگ غم کی — نہیں اس کو خبر کچھ پیچ و خم کی

دردمندانہ ندا

کچھ تو سمجھو مرے اس دل کے دُکھانے والو — تم کہاں چھپ گئے آرام کے دینے والو
حق کی پیغام سنانے میں بڑے فتنے ہیں — سوچکر دیکھو مجھے دُکھ کے پہنچانے والو
کچھ تو تدبیر کرو تا وہ مسیحا اُترے — گالیاں مجھ کو اسی رُو سے سنانے والو

نظم بہ پیشگوئی موجودہ جنگ عظیمہ

یہ نشانِ زلزلہ جو ہو چکا منگل کے دن
یہ تو اِک لُقمہ تھا جو تم کو کھلایا ہی نہار

اِک ضیافت ہی بڑی اے غافلو کچھ دن کے بعد
جسکی دیتا ہی خبر فرقاں میں رحماں بار بار

فاسقوں اور ظالموں پر وہ گھڑی دشوار ہے
جس سے قیمہ بن کے پھر دیکھیں گے قیمہ کا بگھار

خوب کھُل جائیگا لوگو یہ کہ دیں کسکا ہے دیں
پاک کر دینے کا تیرتھ کعبہ ہے یا ہردوار

وحیِ حق کی ظاہری لفظوں میں ہے وہ زلزلہ
لیک ممکن ہے کہ ہو کچھ اور ہی قسموں کی مار

کچھ ہی ہو پر وہ نہیں رکھتا زمانہ میں نظیر
فوق عادت ہے کہ سمجھا جائیگا روزِ شمار

یہ جو طاعون ملک میں ہے اسکو کچھ نسبت نہیں
اِس بلا سے وہ تو ہے اِک حشر کا نقش و نگار

وقت ہے توبہ کرو جلدی مگر کچھ رحم ہو
سُست کیوں بیٹھے ہو جیسے کوئی پی کر کوکنار

تم نہیں لوہے کے کیوں ڈرتے نہیں اسوقت سے
جس سے پڑ جائیگی اکدم میں پہاڑوں میں بخار

وہ تباہی آئیگی شہروں پہ اور دیہات پر
جسکی دُنیا میں نہیں ہے مثل کوئی زینہار

ایک دم میں غمکدہ ہو جائیں گے عشرتکدہ
شادیاں جو کرتے تھے بیٹھیں گے ہو کر سوگوار

وہ جو تھے اونچے محل اور وہ جو تھے قصر بریں
پست ہو جائیں گے جیسے پست ہو اک جائے غار

ایک ہی گردش سے گھر ہو جائینگے مٹی کا ڈھیر
جسقدر جانیں تلف ہونگی نہیں ان کا شمار

پر خدا کا رحم ہے کوئی بھی اس سے ڈر نہیں
انکو جو جھکتے ہیں اس درگہ پہ ہو کر خاکسار

یہ خوشی کی بات ہی سب کام اس کی ہاتھ ہی
وہ جو ہے دھیما غضب میں اور ہی آمرزگار

کب یہ ہوگا یہ خدا کو علم ہی پر اس قدر
دی خبر مجھکو کہ وہ دِن ہونگے ایّامِ بہار

پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی
یہ خدا کی وحی ہے اب سوچ لو اے ہوشیار

یاد کر فرقاں سی لفظِ زُلزِلَت زِلزَالَہَا
ایکدن ہوگا وہی جو غیب سے پایا قرار

سخت ماتم کی وہ دن ہونگی مصیبت کی گھڑی
لیک وہ دِن ہونگے نیکوں کیلئے شیریں ثمار

آگ ہی پر آگ سے وہ سب بچائی جائینگے
جو کہ رہتے ہیں خدائے ذوالعجائب سی پیار

انبیاء سی بُغض بھی اے غافلو اچھا نہیں
دور تر ہٹ جاؤ اس سے ہی یہ شیرونکی کچھار

کیوں نہیں ڈرتے خدا سے کیسی دل اندھی ہوئے
بے خدا ہرگز نہیں بدقسمتو کوئی سہار

یہ نشانِ آخری ہے کام کر جائے مگر
ورنہ اب باقی نہیں ہے تم میں اُمیدِ سُدھار

آسماں پر ان دِنوں قہرِ خدا کا جوش ہے
کیا نہیں تم میں سے کوئی بھی رشید و ہونہار

اِس نشاں کی بعد ایماں قابلِ عزت نہیں
ایسا جامہ ہے کہ نو پوشوں کا جیسے ہو اُتار

اسمیں کیا خوبی کہ پڑکر آگ میں پھر صاف ہو
خوش نصیبی ہو اگر اب سے کرو دِل کی سنوار

ابتو نرمی کے گئے دِن اب خدا کی خشمگیں
کام وہ دکھلائیگا جیسے ہتھوڑے سی لوہار

اس گھڑی شیطاں بھی ہوگا سجدہ کرنیکو کھڑا
دِلمیں یہ رکھکر کہ حکمِ سجدہ ہو پھر ایک بار

بے خدا اُسوقت دنیا میں کوئی مامن نہیں
یا اگر ممکن ہو اب سے سوچ لو راہِ فرار

تم سے غائب ہی مگر میں دیکھتا ہوں ہر گھڑی
پھرتا ہے آنکھوں کے آگے وہ زماں وہ روزگار

گر کرو توبہ تو اب بھی خیر ہے کچھ غم نہیں
وہ خدا حلم و تفضل میں نہیں رکھتا نظیر
نے روتے روتے سجدہ گاہ بھی تر کر دیا
الٰہی اک نشاں اپنے کرم سے پھر دکھا
اِک کرشمہ سی دکھا اپنی وہ عظمت اے قدیر
تیری طاقت کے جو مُنکر ہیں انہیں اب کچھ دِکھا
زور سی جھٹکے اگر کھائے زمیں کچھ غم نہیں
دین و تقویٰ گُم ہوا جاتا ہے یارب رحم کر!
میری آنسو اس غمِ دلسوز سے تھمتے نہیں
دیں تو اِک ناچیز ہے دُنیا ہے جو کچھ چیز ہے
جسطرف دیکھو وہیں اک دہریت کا جوش ہے
جاہ و دولت سی یہ زہریلی ہوا پیدا ہوئی
ہے بلندی شانِ ایزد گر بشر ہووے بلند
ایسے مغروروں کی کثرت نے کیا دیں کو تباہ

تم تو خود بنتی ہو قہرِ ذوالمنن کے خواستگار
کیوں پھری جاتے ہو اسکی حکم سی دیوانہ وار
پر نہیں اِن خشک دِل لوگوں کو خوفِ کردگار
گردنیں جھک جائیں جس سی اوّ مکذب ہوں خوار
جس سی دیکھے تیرے چہرہ کو ہر اِک غفلت شعار
پھر بدل دے گلشن و گلزار سی یہ دشتِ خار
پر کسی ڈر سے تزلزل سے ہو ملت رُستگار
بے بسی سی ہم پڑے ہیں کیا کریں کیا اختیار
دیں کا گھر ویراں ہے اور دنیا کی ہیں عالی مُنار
آنکھ میں انکی جو رہتے ہیں زر و عزّ و وقار
دیں سی ٹھٹھا اور نمازوں روزوں سے رکھتی ہیں عار
موجبِ نخوت ہوئی رفعت کہ تھی اِک زہر مار
فخر کی کچھ جا نہیں وہ ہے متاعِ مستعار
ہے یہی غم میری دل میں جس سے ہوں میں دلفگار

اے میرے پیارے مجھے اِس سیلِ غم سے کر رہا!
ورنہ ہو جائے گی جاں اس درد سے تجھ پر نثار!

متفرق اشعار

گر وہ جان طلب کرتے ہیں تو جاں ہی سہی ۔۔ بلا سے کچھ تو نپٹ جائے فیصلہ دل کا
اگر ہزار بلا ہو تو دل نہیں ڈرتا ! ۔۔ ذرا تو دیکھئے کیسا ہے حوصلہ دل کا

وقت تھا وقتِ مسیحا نہ کسی اور کا وقت ۔۔ میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا !

جب سے اے یار تجھے یار بنایا ہم نے ۔۔ ہر نئے روز نیا نام رکھایا ہم نے
کیوں کوئی خلق کی طعنوں کی ہمیں دھمکی دے ۔۔ یہ تو سب نقش دل اپنے سے مٹایا ہم نے

نفسِ امّارہ تو بد لیک بغیر اس کے بشر ۔۔ وہ مدارج جو ملے اس کو وہ کیونکر پاتا

پنجابی اشعار

عشق الٰہی وسے منہ پر ولیاں ایہہ نشانی ۔۔ لاثانی دا جو ہے عاشق اُسدا کوئی نہ ثانی
بکری بھیڈ خدا دے راہ وچہ کُہنا ہی کی مشکل ۔۔ جو ہن کُہندی نفس دُنی نوں ایہہ سچی قربانی
یادِ الٰہی غافلو دل نوں پاک بنا دے ۔۔ جو کوئی اُسدا ہو گیا اوہ اُسدا ای تر جانی

کیوں دیویں دل غیروں کو ہم یہ اپنی ہرگز خو نہیں ۔۔ میرا دلستاں وہی ایک ہے دل ایک ہی ہے دو نہیں

ہر چہ باید نوعروسی را ہمہ ساماں کنم ۔۔ وآنچہ مطلوب شما باشد عطائے آں کنم

ز درگاہِ خدا مردے بصد اعزاز می آید ۔۔ مبارک باد اے مریم کہ عیسےٰ باز می آید
(از کلام حضرت مسیح موعود)

جدھر دیکھتا ہوں اُدھر تو ہی تو ہے ! ۔۔ ہے میر راہ پر تمہا لئے وہ جو ہے مولیٰ کریم
بدر ۱۱ مئی ۱۹۰۵ء

جے تو میرا ہو رہیں سب جگ تیرا ہو ۔۔ (بدر نمبر ۶ جلد ۲)

درسِ توحید!

اِک نہ اِکدن پیش ہوگا تو فلک کے سامنے
چل نہیں سکتی کسی کی کچھ قضا کی سامنے

چھوڑنی ہوگی تجھے دنیائے فانی ایکدن
ہر کوئی مجبور ہے حکمِ خدا کے سامنے

مستقل رہنا ہی لازم اے بشر تجھکو سدا
رنج و غم یاس والم فکر و بلا کے سامنے

بارگاہِ ایزدی سے تو نہ یوں مایوس ہو
مشکلیں کیا چیز ہیں مشکلکشا کے سامنے

حاجتیں پوری کریگی کیا تیری عاجز بشر
کر بیاں سب حاجتیں حاجت روا کے سامنے

چاہیئے تجھکو مٹانا قلب سے نقشِ دوئی
سر جُھکا بس مالکِ ارض و سما کے سامنے

چاہیئے نفرت بدی سے اور نیکی سے پیار
ایکدن جانا ہی تجھکو بھی خدا کے سامنے

راستی کے سامنے کب جھوٹ پھلتا ہے بھلا
قدر کیا پتھر کی لعلِ بے بہاء کے سامنے

ارزاں اور آسان تبلیغ

یہ تو احباب کو کافی تجربہ ہو چکا ہے۔ کہ زبانی "تو تو میں میں" اکثر اوقات کج بحثی اور ضد و تعصب کی طرف لیجاتی ہے۔ اس لیے فریق ثانی خواہ کیسی ہی نیکی اور سچی بات کیوں نہ ہو۔ جلدی قبول کرنیکے لیے آمادہ نہیں ہو سکتا۔ پس اسوقت بہترین طریقہ تبلیغ یہی ہے۔ کہ مسائل متنازعہ فیہ پر ایسے چھوٹے چھوٹے سلیس اور زود فہم ٹریکٹ تیار کئے جاویں۔ کہ جن کو معمولی علم و عقل کے لوگ بھی چند منٹوں میں ہی پڑھ سمجھ لیں

سو اس غرض کے لئے سر دست آٹھ عدد ٹریکٹ مندرجہ ذیل پر طیار ہوئے ہیں:۔

۱ اسلام کی فتح مؤلفہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ۲ وفات مسیح۔ ۳ حیات مسیح ۴ مامور و مجدد کی شناخت۔ ۵ زمانہ کا مجدد اور مامور کون ہے۔ ۶ خاتم النبیین کے بعد نبی کیا آنحضرت صلعم کی بعد نبی آسکتا ہے۔ ۷ ماموریں پر اعتراضات کا حل ۸

قیمت بھی بہت ہی قلیل رکھی گئی ہے۔ یعنی چار روپیہ فی ہزار۔ نمونہ مفت ارسال ہوگا۔ فی سینکڑہ ۸ر (کتاب گھر قادیان)